دار العلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ
الحق
ماھنامہ
بانی
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ
بانی دار العلوم حقانیہ
مدیر
مولانا سمیع الحق

محمد فاروق —
ٹیکسٹائل ٹیکنالوجی
میں عالمی معیار
سے ہم آہنگ
پاکستان اور عالمی منڈیوں کے لئے سوت سے لے کر
تیار شدہ کپڑے تک اور چادروں سے لے کر گھریلو
پارچہ جات کی مختلف اقسام تک کا وسیع انتخاب۔
ہم نے کپڑے کی مصنوعات کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے
پرنٹنگ اور فنشنگ کے طریق کار میں جدید آلات کا
اضافہ کیا ہے۔
ہم محمد فاروق میں جدید ٹیکنالوجی کو اختیار کر کے
عالمی سطح پر ٹیکسٹائل کی صنعت میں نئے رجحانات
کو فروغ دینے میں سر فہرست ہیں۔
محمد فاروق ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد ـــ ۳۱
شمارہ ـــ ۵
شوال ـــ ۱۴۱۶ھ
فروری ـــ ۱۹۹۶ء

ماهنامه اکوڑہ خٹک

الحق

بیادِ عام
حضرۃ مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ

مدیرِ اعلیٰ
حضرۃ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی

ایگزیکٹو ایڈیٹر
حافظ راشد الحق سمیع

مدیر :- عبدالقیوم حقانی

ناظم - شفیق فاروقی

فون : 05231-630340

اس شمارے کے مضامین

صفحہ

پاکستان میں سالانہ ۱۴۰/- روپے فی پرچہ ۱۲/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۱۶/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۲۶/- پونڈ

سمیع الحق استاذ دار العلوم حقانیہ نے منظورِ عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

نقش آغاز!!

یا ایہا الناس قد جاء کم الحق

بھارتی افواج کی صف بندی اور پاکستانی قوم کی خرمستیاں

۲۴۔ جنوری کو فارورڈ کہوٹہ میں ایک مسجد پر بھارتی افواج نے سرحد پار سے راکٹ سے حملہ کیا اور اس شرمناک اور بزدلانہ حملے کے نتیجے میں ۲۴۔ نمازی شہادت کے عظیم الشان درجے پر فائز ہوئے۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون**○۔ پھر اسی روز بھارت نے پرتھوی میزائل کا کامیاب تجربہ بھی کیا یہ سب تیاریاں، شرمناک کاروائیاں اور اشتعال انگیزیاں بھارت جس دلیری سے کر رہا ہے ظاہر ہے کہ یہ سب پاکستان کے خلاف اعلان جنگ اور کھلم کھلا چیلنج ہے گو کہ یہ تمام کاروائیاں کشمیر میں اپنی ناکامی اور اندرونی خلفشار سے عوام کی توجہ ہٹانے کی ایک ناکام کوشش ہے مگر پھر بھی اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم ان کاروائیوں کو سنجیدگی سے نہ لیں اور اس کو ایک معمولی سرحدی تنازعہ سمجھ کر درخور اعتنا نہ سمجھیں بلکہ ہمیں ٹھنڈے دل و دماغ سے ان واقعات کے پس منظر اور تناظر میں جانا چاہیے اور اس سنگین معاملے کو انتہائی سنجیدگی اور متانت سے لینا چاہیے

دوسری طرف ہمارے ملک کے حکمران اور اپوزیشن اس نازک اور حساس موقع پر بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ کرتے ہوئے اور ملکی سرحدات سے بے خبر ہو کر ایک دوسرے ہی کے خلاف صف آراء اور مورچہ زن ہیں اور ان کی ساری توانائیاں اور کوششیں اس بات پر صرف ہو رہی ہیں کہ کس طرح سے ایک دوسرے کو کمزور ثابت کیا جائے یہ تو اپوزیشن اور حکومت کا حال ہے جب کہ ہماری قوم آج کل ورلڈ کپ کی خرامانیوں میں مصروف ہے اور حکمران اپنے عوام اور حکومتی مشینری کو ورلڈ کپ کی تیاریوں میں مستغرق رکھنا چاہتے ہیں پورے ملک کے ذرائع ابلاغ میڈیا اور اخبارات کھیل تماشے اور لہو و لعب کی ترغیب میں روز و شب مصروف ہیں اور اس کے علاوہ کھلاڑیوں کے لیے کروڑوں کے انعامات کے اعلانات کیے جا رہے ہیں **فیا للعجب و یا للاسف**

یہ اس قوم کا حال ہے جس کی سرحدات پر دشمن دستک دے رہا ہے اور پوری انڈیا کی فوج کو تیاری کا حکم دے دیا گیا ہے اور خدانخواستہ کوئی بھی سنگین صورتحال ان دنوں واقع ہو سکتی ہے ملک کی سالمیت داؤ پر لگی ہوئی ہے اور حکمران جشن منانے میں مصروف ہیں

 آ تجھ کو بتادوں میں تقدیر امم کیا ہے   شمشیر و سنان اول طاؤس و رباب آخر

اور ادھر بزدل خواب غفلت میں ڈوبے ہوئے اور لہو و لعب میں منہمک حکمران ہر قسم کی غیرت یمانی حمیت ملی جوش و جذبہ اور احساس ذمہ داری سے عاری ہیں موجودہ حالات پر اس سے بہتر اور کیا تبصرہ ہو سکتا ہے کہ کہ "روم جل رہا ہے اور نیرو بانسری بجا رہا ہے"

ع ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے انجام گلستان کیا ہو گا

۱۹۷۱ء میں جب انڈیا نے تمام اخلاقی اور بین الاقوامی قوانین اور معاہدوں کو پامال کرتے ہوئے پاکستان پر حملہ کیا تھا تو اس وقت کے حکمرانوں کا بھی یہی حال اور یہی شرمناک کردار تھا کہ ہمارے جرنیل یحییٰ خان محفل طرب آراستہ کیے ہوئے تھا جام و مینا سے مخمور اور ملکہ ترنم کے نغمات سے مدہوش تھا اور اس دفعہ تقریباً پھر وہی صورت حال بلکہ اس سے بھی بدتر حال ہے حکمرانوں کی ساتھ ساتھ پوری قوم کرکٹ کے ہنگاموں اور ڈھول تماشوں میں مصروف ہیں

ے وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

تو ہماری اس سلسلے میں حکمرانوں اور پاکستانی قوم سے درد دل کے ساتھ یہ گزارش ہے کہ یا تو ہنسی خوشی تسلیم اور رضا کے ساتھ بھارت کی بالادستی اور غلامی کو قبول کر لے یا پھر معذرت خواہانہ اور بزدلانہ رویہ اور نیمے بیروں نیمے دروں والی پالیسی ترک کرتے ہوئے دو ٹوک انداز میں انڈیا کا ہر چیلنج قبول کر لے اور ان برہمنوں اور پنڈتوں کو وہ تاریخی سبق دیا جائے جو کہ ہمارے اسلاف سلطان محمود غزنوی، شہاب الدین غوری احمد شاہ ابدالی نے انہیں دیا تھا اور بدی اور شر کی اس شیطانی قوت کے اتنے ٹکڑے کر دیے جائیں جیسے کہ سلطان محمود غزنوی نے سومنات بت کے کیے تھے

و جاہدوا فی اللہ حق جہادہ (الآیہ)

ایک طرف بھارت اپنے جنگی جنوں میں مبتلا رہتے ہوئے میزائلوں ہلاکت خیز راکٹوں ایٹمی ہتھیاروں کے کامیاب تجربے کرا رہا ہے اور جدید ترین اسلحے کے انبار لگا رہا ہے اور پاکستان کے سرحدات پر پرتھوی اور اگنی میزائل کی تنصیب میں مصروف ہے اور وادی کشمیر آج ان کی افواج کی درندگی سفاکی اور بربریت سے لالہ زار بنی ہوئی ہے دوسری طرف ہمارے حکمران اور قوم صرف ہڑتالوں جلسوں احتجاجی جلسوں اور پلے کارڈوں تک محدود ہے ہم پوچھتے ہیں کہ آیا ان ہڑتالوں اور جلسوں اور کشمیر کمیٹی کے اجلاسوں سے بھارت پر دباؤ پڑے گا؟ اور اس طریقے سے کیا کشمیر آزاد ہو جائیگا اگر ان ہڑتالوں اور قرار دادوں پر کوئی نتیجہ مرتب ہو سکتا تو اب تک فلسطین اور مسلمانوں کا قبلہ اول بیت المقدس کب کے آزاد ہو چکے ہوتے جس کے لیے کم و بیش نصف صدی سے ہڑتالیں جلسے اور جلوسوں کا سلسلہ جاری ہے لیکن اس کا کوئی نتیجہ نکلتا نظر نہیں آتا اور اگر ہمارے حکمران اور قوم اس خوش

فہمی میں مبتلا ہیں کہ انڈیا کے خلاف جنگ کی صورت میں ہماری مدد امریکہ یا چین یا کوئی اور بیرونی طاقت کرے گا تو یہ ہماری بھول ہے کیونکہ **ولن ترضی عنک الیہود و لاالنصاری حتی تتبع ملتھم** اور **الکفر ملتہ واحدۃ** ۱۹۷۱ء میں بھی قوم کو یہ نوید سنائی جا رہی تھی کہ امریکہ بہادر کا ساتواں بحری بیڑہ ہماری مدد کے لیے بھیج رہا ہے لیکن آج ۱۹۹۶ء تک (یعنی پچیس سال) اس کا کوئی سراغ نہیں ملا

ع خدا کرے کہ قیامت ہو اور تو آئے

تو جب خود ہم اور ہماری قوم کو احساس بیداری نہ ہو اور اس کی رگ حمیت اور ملی غیرت نہ جاگے اور اس قوم کے خمیر و مزاج میں جو غفلت اور عزم و ہمت کے فقدان کا جو زہر بھر گیا ہے اور اغیار پر انحصار ان کا شعار بن گیا ہے تو اس صورت حال میں کیونکر کوئی دوسرا ملک یا خداوند کریم کی نصرت اس بدقسمت اور خوابیدہ قوم کے ساتھ شامل حال ہو گی کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم**○

ے خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال اپنی حالت خود بدلنے کا

مگر شائد اس قوم نے اپنی قسمت کھیل تماشے ڈھول باجے رقص و سرود لہو و لعب اور دنیا بھر کے خرافات سے وابستہ کر لی ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ موجودہ غیر اسلامی حکومت اس ملک کے سب سے اہم ادارہ افواج پاکستان میں امریکہ کے ایما پر جو کچھ گل کھلا رہی ہے اور فوج کی رہی سہی دینی حمیت اور سب سے اہم چیز جو کہ اسلامی سپرٹ ہے اس کو بھی ختم کرنے کے درپے ہے ایسے حالات میں جب کہ قوم کے ہر فرد کو جذبہ جہاد اور شوق و شہادت اور حب الوطنی کا درس دینا چاہیے تھا الٹا حکومت نے افواج پاکستان جیسی حساس ادارے کو بھی جس کا امتیازی نشان جہاد فی سبیل اللہ ہے سے دینی حمیت کی روح نکالنے کی مذموم کوشش میں مصروف ہے فالی اللہ المشتکی

۱۹۶۵ء میں جب افواج پاکستان نے اپنے سے کئی گنا زائد بڑی فوج کو شکست فاش دی تھی اور بہادری دلیری جاں سپاری کے وہ وہ مناظر دنیا کو دکھائے تھے کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی تھی ان سرفروشوں نے جو اپنے ساتھ بم باندھ کر دشمن کے ٹینکوں کے آگے لیٹ جاتے تھے تو کونسا جذبہ تھا؟ وہ کون سی وارفتگی اور سرشاری کا عالم تھا وہ صرف اور صرف جذبہ جہاد تھا شوق شہادت تھا اور دین اسلام اور بنیاد پرستی اور حب الوطنی کا نشہ تھا تب ہی ہمیں کچھ کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں

ع سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے؟

آج ہم اس قوم کے لیے کہاں سے اور کس بازار سے جرات مومنانہ بہادری دینی ملی غیرت جیسی

جنس گراں بہا خرید کر لائیں تاکہ اس قوم کے اندر جہاد کا جذبہ ابھارا جاسکے ان کے لیے اپنے اسلاف کا سوز دروں اور دین پر مرمٹنے کا ولولہ کہاں سے لائیں؟ آج کشمیر کی بیٹیاں کسی محمد بن قاسم اور کسی خالد بن ولید کا انتظار کرتے کرتے مایوس ہو گئی ہیں

ع حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے

آج سرزمین ہند کے بسنے والے مسلمان کسی سلطان محمود غزنوی شہاب الدین غوری احمد شاہ ابدالی اور سلطان ٹیپو کی راہ تکتے تکتے تھک ہار گئے ہیں اور خود کو انہوں نے حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا اے کاش آج حجاز کے صحرا نشینوں مکہ اور مدینہ کی خشک پہاڑیوں کے خاک نشینوں کے قافلے جن کی ٹھوکروں سے قیصر و کسریٰ کے تاج اچھلتے تھے

ع ہم خاک نشینوں کے ٹھوکر میں زمانہ ہے

اور جن کے گھوڑوں کی ٹاپیں جزیرہ حجاز سے ایک بار اٹھیں تو پھر روم ایران اندلس اور شمالی افریقہ کے دور افتادہ جنگلوں' صحراؤں' سمندروں کو روندتے ہوئے گزر گئے تھے

ے دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے		بحر ظلمات میں دوڑائے گھوڑے ہم نے

آج ایسی درخشندہ تاریخ اور ایسے اولوالعزم اکابر کی وارث قوم بزدل بن گئی ہے اور کن کن خرافات میں کھو گئی ہے؟ آج شاہجہانی مسجد کے گنبد و مینار ہمیں مدد کے لیے پکار رہے ہیں آج لال قلعے کے در و بام ہمیں صدائیں دے رہے ہیں کہ ہندوستان پر ایک ہزار سال تک حکمرانی کرنے والو کہاں رہ گئے ہو؟ آج بابری مسجد کا ٹوٹا ہوا منبر اور پیوند خاک محراب ہماری بے بسی اور بے کسی پر رو رہے ہیں آج کعبے کی بیٹیاں مرثیہ خواں اور نوحہ کناں ہیں مقبوضہ کشمیر کی خوں سے تربتر وادی میں ہر گھر اور ہر محلّہ جلیانوالہ باغ کا منظر پیش کر رہا ہے آج فارورڈ مسجد کے شہداء کی روحیں ورلڈ کپ کی انعقاد کی خوشی اور میلے میں مستغرق قوم کے شرمناک کردار کی وجہ سے قدسیوں کے محفل میں شرمندہ ہیں

ے بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے		مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اور ع کارواں بے حس ہے آواز درا ہو یا نہ ہو

یا ایہا الذین منوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الأرض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ

(لدعوۃ الحق)

راشد الحق سمیع		۷ رمضان المبارک سنہ ۱۴۱۶ھ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مد ظلہ

خطبۂ عید الفطر:۔

قیام پاکستان کے پچاس سال یا نقض میثاق کی نصف صدی

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مد ظلہ نے عید الفطر کے موقع پر اکوڑہ خٹک کی مرکزی عید گاہ میں مورخہ ۲۰ مارچ ۹۶ء کو مختصر خطاب فرمایا تھا وہ ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے حافظ محمود الحسن متعلم دارالعلوم حقانیہ نے محفوظ کیا یہاں الحق کے قارئین کی نذر ہے (ادارہ)

الحمد لحضرة الجلالہ والصلوة والسلام علی خاتم الرسالہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

وان تتولوا یستبدل قوما غیر کم ثم لا یکونوا امثالکم ○

واجب الاحترام بھائیو! وقت کم ہے اور ہماری کوشش یہ ہو گی کہ وقت مقررہ پر ٹھیک نو بجے نماز کھڑی ہو جائے لیکن بہت بڑا ہجوم اور اجتماع ہے اور گرد و نواح سے لوگ بہت بڑی تعداد میں آ رہے ہیں تو اگر ان کی وجہ سے پانچ دس منٹ کی تاخیر بھی ہو جائے تو آپ جلد بازی نہ کریں اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار میں ہم سب جمع ہیں یہ ایک ایک لمحہ اپنے لیے غنیمت سمجھیں یہ لہو و لعب اور میلے ٹھیلے کا دن نہیں نہ یہ چیزیں آخرت میں کام آئیں گی بہت سے لوگوں پر نماز کا یہ وقت بہت گراں ہوتا ہے اور انتظار نہیں کر سکتے جیسے جیل میں ایک قیدی ہو اسی طرح مسجد منافق کے لیے ایک جیل کی مانند ہے اور مومن کے لیے گویا جنت ہے تو بہت سے لوگ ہماری اس جلد بازی کی وجہ سے محروم ہو جاتے ہیں

محترم بھائیو! کسی خاص موضوع پر تقریر کا وقت نہیں چند محدود منٹ ہیں صرف اتنا عرض ہے کہ آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت بڑی نعمت سے نوازا ہے جو رمضان کی نعمت تھی قران کی نعمت تھی اور قیام اللیل کی نعمت تھی آج ہم اسی خوشی میں جمع ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان عظیم نعمتوں سے نوازا ہے مسلمانوں کی عیدیں عبادات کے ساتھ وابستہ ہیں قومیں ملک فتح کرتی ہیں تو جشن مناتی ہیں موسم بدلتا ہے تو عید ہوتی ہے ایک بادشاہ ملک فتح کرتا ہے یا پیدا ہوتا ہے تو ان کی عید ہوتی ہے ہماری عید ان باتوں پر نہیں ہماری عید اللہ نے اپنی بندگی اور عبادت سے وابستہ کی ہے آج ہم اس لیے خوشی کا اظہار کر رہے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے انعام کو جو روزہ تھا اور جس کے ذریعے ہم نے ایک بڑے دشمن پر قبضہ کیا جو ہمارا

نفس ہے اپنے نفس کو کنٹرول کرنا اور اس کو اپنے قبضے میں کرنا یہ بہت بڑے بہادری ہے انسان کے لیے کسی ملک کو فتح کرنا اور ایک بڑے دشمن کے قلعہ کو فتح کرنا اتنا بڑا کام اور بہادری نہیں ہے کہ جتنی انسان کے لیے اپنے نفس کو قابو میں رکھنا اور اسے دبانا۔ اللہ تعالیٰ نے روزہ اس لیے مقرر کیا ہے کہ اے انسان تم اشرف المخلوقات ہو تم حیوان نہیں ہو حیوان اپنی خواہشات کنٹرول نہیں کر سکتا تم انسان ہو اور انسان اس وجہ سے انسان ہے کہ اللہ نے اسے یہ طاقت دی ہے کہ وہ اپنے نفس کو کنٹرول کر سکے

و نھی النفس عن الھوی فان الجنتہ ھی الماوی

کہ جس نے نفس کو خواہشات سے منع کیا جنت اس کے لیے ماوی اور ٹھکانہ ہے

محترم بھائیو! یہ خوشی کا دن ہے لیکن عبادت **رجوع الی اللہ انابت الی اللہ** اور رونے کے لیے ہم عید گاہ آتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں تو بہت بڑا موقع عطا فرمایا تھا اے اللہ ہم آپ کے شکر گزار ہیں اور آپ کے حضور سر بسجود ہیں اور یہ آپ کا کرم ہے کہ آپ کے دربار میں حاضر ہیں اور اے اللہ ہم سے رمضان کے مہینے میں کوتاہیاں ہوئی ہیں ہم نے حق ادا نہیں کیا اور ہم نے آپ کے روزے کی قدر و قیمت نہیں جانی آج ہم جمع ہیں کہ اللہ تو ان سب سے درگزر فرما اللہ تعالیٰ کا آج بھی اعلان ہے

یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمتہ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا اے بندوں تم نے اپنے اوپر ظلم کیا روزے میں بھی اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے نہ بچا سکے پھر بھی مایوس نہ ہوں آؤ یہاں پر سر بسجود ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخشتا ہے آج ہم اگر اللہ کے دربار میں روئیں کہ اللہ ہم کو بھی جنتیوں کی لسٹ میں شامل کرا دیں اور ہم کو جہنم سے برات نصیب فرما دیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھلے رہتے ہیں روزے میں ہمیں دو نعمتیں ملیں ایک روزے کو اللہ نے بہت بڑی نعمت بنا کر بھیجا مغفرت کا ذریعہ بنایا دوسری یہ کہ اللہ نے مسلمانوں کیلئے قران روزے کے مہینے میں نازل فرمایا **شھر رمضان الذی انزل فیہ القران** اور **انا انزلنا ہ فی لیلتہ القدر** قران مجید رمضان میں نازل ہوا اور لیلتہ القدر میں نازل ہوا ہے لیلتہ القدر عموما آخری عشرہ کے ۲۷ رمصان کے ہوتا ہے اور اس دفعہ ۲۷ رمضان ایسے موقع پر آیا کہ پاکستان کے حصول کے پچاس سال پورے ہو گئے پچاس سال پر لوگ گولڈن جوبلی مناتے ہیں اسلام اور قران کے بعد پاکستان اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے ایک نظریہ کے تحت اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ مملکت عطا فرمائی ۲۷ رمضان پر اللہ نے قران پاک نازل فرمایا اور اسی ہی دن ہمیں یہ مملکت عطا کی تو ہم کس منہ سے ایسے جشن منائیں جس میں منکرات ہوں اور فحاشی ہو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لیے یہ ملک نزول قران کے موقع پر عطا فرمایا کہ اس میں اشارہ اس طرف تھا کہ اس ملک کا دستور قران ہو گا کیونکہ ہم نے یہ ملک لاالہ الا اللہ کے نام پر حاصل کیا ہے تو تمہارا دستور بھی قران ہی ہو گا کہ جو قیام

پاکستان کی تاریخ پر نازل ہوا ہے قران اور پاکستان لازم و ملزوم ہوں گے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں ایک سبق تھا لیکن ہم نے اس سبق کو پس پشت ڈال دیا ہم بجائے ۲۷ رمضان کو انگریزوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ۱۴ اگست کو نمایاں کرتے ہیں اور ۱۴ اگست کو جشن آزادی مناتے ہیں تا کہ لوگوں کو ۲۷ رمضان یاد نہ رہے اور وہ ہماری قوم کی نظروں سے او جھل رہے
محترم بھائیو ! ہم تو کہتے ہیں کہ ہمیں آزادی کا جشن منانے کا کوئی حق نہیں ہم نے پچاس سال کو اللہ تعالیٰ سے کیے گئے عہد میثاق کو تہس نہس کیا پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کہا گیا لا الہ الا اللہ کو پیچھے چھوڑ دیا گیا ہم نے قران پس پشت ڈال دیا اور اگر ہم اس پچاس سال پر نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی ناقدری ہی نظر آتی ہے جس کے نتیجے میں ہم عذاب میں مبتلا ہیں آج تمام ملک آزادی کے پچاس سال گزرنے کے باوجود پریشانیوں اور بحرانوں میں مبتلا ہے عوام ہیں یا خواص علماء ہیں یا وکلاء مزدور ہیں یا طالب علم سب ایک عذاب میں مبتلا ہیں سوائے ذلت منافقت لوٹ کھسوٹ رشوت کرپشن کے علاوہ ہمیں پچاس سال میں کچھ نظر نہیں آتا ہمارے ساتھ کافر قومیں آزاد ہوئیں چین آزاد ہوا اسرائیل آزاد ہوا ہے وہ کس مقام پر پہنچ گئے ہیں اسلام تو بہت پیچھے رہ گیا ہے اقتصادی لحاظ سے معاشی لحاظ سے الغرض ہر لحاظ سے ہم انتہائی پستی میں ہیں ترقی تو بہت بڑی چیز ہے ہمیں تو جو ملک اللہ نے دیا تھا ہم نے اسے گروی اور رہن کر دیا ہے آج ہمارے تمام وسائل کفار کے ہاتھوں میں جا رہے ہیں یعنی ہم تمام تر انہی کے رحم و کرم پر ہیں ہمارا پیٹرول ہماری بجلی ہماری گیس آٹا چینی اور دیگر اشیاء صرف کے نرخوں کا تعین بھی امریکی اور یہودی کرتے ہیں اس سے زیادہ غلامی اور کیا ہو گی کفار کا نظام تبدیل نہیں کیا گیا تو اللہ نے ہمیں ذلت اور رسوائی کے گڑھے میں پھینک دیا
محترم حضرات ! میں کہا کرتا ہوں کہ بنی اسرائیل اور ہماری حالت ایک جیسی ہے بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا ان کو کفار کی غلامی سے آزادی دی نجات دلائی ان کو فرعون کی ظالم طاقت سے آزاد کیا ایک عظیم نعمت اور احسان ان پر کیا لیکن بنی اسرائیل نے ناقدری کی اور ان وعدوں کو چھوڑ دیا تو آپ کو معلوم ہے اللہ نے ان کے ساتھ کیا کیا اللہ نے ایک جنگل اور صحرا میں ان کو ڈال دیا جسے وادی تیہ کہتے ہیں وہ وادی تیہ میں حیران اور سرگرداں پھرتے تھے تیہ کہتے ہیں بھٹکنے کو گم ہو جانے کو **یتیھون فی الارض** (بھٹکتے پھر رہے ہیں زمینوں میں) آج پوری قوم بھٹکی ہوئی ہے اور حیران و پریشان ہے اور سخت بے چینی اور اضطراب میں ہے کہ کدھر جائیں سیاست دان ہیں کہ حکمران ہیں اپوزیشن ہے کہ فوج ہے علما ہیں یا دینی جماعتیں ہیں کسی کو بھی منزل کا علم نہیں لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ کیا ہو گا کدھر جائیں ہم کہتے ہیں کہ بھائی ہمیں بھی راستے کا علم نہیں ہم آپ سے زیادہ حیران اور سرگرداں ہیں یہ کیا ہے یہ وادی تیہ ہے

پاکستان بد عملی کی وجہ سے کفران نعمت کی وجہ سے آج قوم کے لیے وادی تیہ بنا ہوا ہے اور کفار کے لیے ہم کھلونا بنے ہوئے ہیں کفار سب ایک ہو گئے ہیں آج روس کی امریکہ کے ساتھ دشمنی ختم ہو چکی ہے او روس کی چین کے ساتھ دشمنی ختم ہے اور ہندو سب ایک ہو گئے ہیں یہود و ہنود امریکہ اور یورپ و روس سب ایک ہیں اور ان کا صرف ایک ٹارگٹ ہے اور وہ یہ کہ اس ملت مسلمہ کو ختم کر دو اس ملت مسلمہ کو سر اٹھانے نہ دو اس ملت مسلمہ کو غلام بنائے رکھو اس ملت کی دین دار طاقتوں کو ختم کر دو اس ملت مسلمہ کا طالب علم مولوی مدرس شیخ داڑھی والا اور اسلامی لباس والوں کو ختم کر دو یہ انہوں نے اعلان جنگ کیا ہے اور ہم آپس میں لڑنے سے فارغ نہیں ہوتے ہمارے سیاست دان اور حکمران ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں اور ہم عوام گھر گھر لڑ رہے ہیں بھائی بھائی کیساتھ الجھا ہوا ہے دشمن سر پہ کھڑا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ بنیاد پرست ہے انتہا پسند ہیں وحشی ہیں ان کو سر اونچا نہ کرنے دو ان کا پیٹرول ان کی گیس ان کی معاشی قوتیں سب کی سب اپنے قبضے میں لے لو آج پاکستان گروی ہے رہن ہے ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرح ہماری بندر گاہوں اور ہماری سورسز پر ان کا تسلط ہے

تو محترم بھائیو اسلام میں اجتماعیت ہے اسلام ہمیں اتفاق و اتحاد کا درس دیتا ہے یہ عید کا دن اس لیے ہے کہ اگر ہم جمعہ میں یکجا نہ ہوئے تو عید کے موقع پر یکجا ہو جائیں گے اکٹھے بیٹھ جائیں فکر کریں اور اپنے اعمال کا محاسبہ کریں تمہاری ملت کے ساتھ دشمن کیا کرتا ہے اس کا بھی جائزہ لیں حج میں اللہ تعالیٰ ہمیں جمع کرتا ہے اسی طرح اسی عید گاہ میں آپ ہزاروں کی تعداد میں جمع ہیں تو آیئے اپنے اندر اجتماعیت پیدا کریں ایک ہو جائیں ورنہ دنیا میں ہمارا دشمن ایک ہو گیا ہے آج روس کے ساتھ امریکہ کی جنگ ختم ہونے کے بعد امریکہ اور روس کا صرف ایک ہی فیصلہ ہے کہ ہمارا سب سے بڑا دشمن مسلمان ہے آج کلنٹن کو نیند نہیں آتی ان کو پتہ ہے کہ مسلمان بیدار ہو گئے ہیں ان میں جہاد کی سپرٹ ہے ایمان اور جہاد کے مقابلہ میں کوئی چیز آ ہی نہیں سکتی آج آپ اپنے اعمال کا محاسبہ کریں اپنی خامیاں دور کریں اور ان پر نظر کریں اور حکمرانوں سیاست دانوں علماء اور عوام کے لیے یہ سوچ کا موقع ہے

بھائیو! آج بوسنیا میں یورپ مسلمانوں کے قتل عام میں مصروف ہے اپنے ہی یورپیوں کو برداشت نہیں کر سکتا بوسنیا والے تو کوئی غیر یورپی نہیں لیکن وہ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں آج کشمیر میں ہندو مسلمانوں کو برداشت نہیں کر سکتا کشمیر ہمارے جسم کا لازمی حصہ ہے شہ رگ ہے آج یہودی فلسطین میں گھناؤنا کھیل کھیل رہے ہیں فلسطین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے آج روس اپنے لوگوں کے ساتھ کہ جو چیچنیا میں لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں چیچنیائی مسلمانوں کو برداشت نہیں کر سکتا

تو سمجھو اے مسلمانو! **الکفر ملتہ واحدۃ** کہ کفر ایک ملت ہے اور مسلمان دوسری ملت ہیں ایک طرف اللہ

تعالٰی فرماتے ہیں حزب الشیطان اور دوسری حزب اللہ شیطانی طاقتیں سب ایک ہو چکی ہیں جو اپنے آپ کو اللہ کا حزب کہتے ہیں وہ تہس نہس ہیں وہ ایک دوسرے کے ساتھ جھوٹ بولتے ہیں ایک دوسرے کا حق مارتے ہیں ایک دوسرے کی آبروز ریزی کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایسے دن پر اعلان کیا ہے کہ اے مسلانوں کی جماعت اے گروہ مومنین کہ تم منہ پر تو مسلمان ہو لیکن دل تک آپ کے ایمان ابھی تک نہیں پہنچا کیوں اس لیے کہ مسلمان مسلمان کے ساتھ غداری کرتا ہے مسلمان مسلمان کے مال میں خیانت کرتا ہے حالانکہ **لایخونھم** یعنی مسلمان کے مال میں خیانت نہیں کرنی چاہیے **لا یکذبہ** مسلمان مسلمان کے ساتھ جھوٹ نہیں بولتا **ولا یخذلہ** یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ذلیل نہیں کرتا رسوا نہیں کرتا اور ہم رات دن اسی میں گزارتے ہیں کہ دوسرے مسلمان کو ذلیل کریں کس طرح اس میں عیوب پیدا کریں حضورؐ کا ارشاد ہے **من ستر علی اخیہ فی الدنیا** ایک مسلمان اگر دوسرے مسلمان بھائی پر پردہ ڈالے **ستر اللہ علیہ یوم القیمتہ** تو اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور بڑے بڑے عیوب قیامت کے دن چھپ جائینگے اور اسی طرح حضور کا فرمان ہے کہ **من نفس عن مسلم کربتہ من کرب الدنیا نفس اللہ علیہ کربہ من کرب الاخرۃ** اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کی دنیاوی تکلیف دور کی تو اللہ تعالٰی اس کی اخرؤی تکلیف دور فرمائیں گے

تو میرے محترم بھائیو ! آج ہم کو رونا چاہیے اللہ کے سامنے گڑگڑانا چاہیے آج ہماری پوری قوم کو اجتماعی توبہ کرنا چاہیے پاکستان پچاس سال کے بعد بھی اللہ کے ساتھ عہد کو پورا نہیں کر سکا نقض عہد اور نقض میثاق کا وبال ہے **فبما نقضھم میثاقھم لعنّٰھم** اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ انہوں نے میرے ساتھ میثاق کیا کہ پاکستان کا مطلب کیا ہے تو سب نے کہا لا الہ الا اللہ اور پھر اس عہد کو توڑ دیا **لعنّٰھم** ہم نے ان پر لعنت بھیج دی **لعنت بعد عن الرحمتہ** یعنی اللہ کی رحمت سے دوری آج پوری قوم پورا پاکستان تمام سیاست دان اور تمام لیڈروں کو اللہ تعالٰی نے اپنے رحمت سے دور فرمایا ہے

تو محترم حاضرین آیئے آج ہم عہد کریں پچاس سال میں جو غلطیاں ہوئی ہیں ان کا ازالہ کریں محترم بھائیو وقت کم ہے آیئے دعا کریں اے اللہ عالم اسلام پر رحم فرما اور اس ملک پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما اے اللہ ہمارا آپ کے ساتھ عہد ہے کہ اس ملک میں آپ کے دین کا جھنڈا سربلند کریں گے آپ کا نظام رائج کریں گے اور کفار کے تسلط سے اس ملک کو آزاد کریں گے امریکہ اور برطانیہ کی غلامی کا طوق اپنے گردنوں سے اتار پھینکیں گے ہمارے بزرگوں نے اس ملک کے لیے ڈیڑھ سو سال تک کتنی قربانیاں دیں جیلوں میں رہے کالا پانی عبور کیا پھانسی پر چڑھے وہ کس لیے تھا آیا اس لیے کہ امریکہ اور برطانیہ کی نمائندے اور منافق ایجنٹ اور ان کے مفادات کا تحفظ کرنے والا ٹولہ ہمارے اوپر مسلط

ہو اور وہ غریبوں کا خون چوسیں اے اللہ ہمارے اس نقشہ کو بدل دے عالم اسلام پر رحم فرما بوسنیا کشمیر فلسطین چیچنیا تاجکستان اور روسی ریاستوں کے مسلمان منتظر ہیں اے اللہ ہم سب پر رحم فرما ملت اسلامیہ بیدار فرما افغانستان کی خانہ جنگی اے اللہ ختم فرما اور پاکستان میں اللہ صحیح اہل مخلص اور دیانت دار لوگوں سامنے لائے تاکہ غریبوں کے مسائل حل ہو جائیں اور تمام عالم اسلام کی مشکلات حل فرما اور ان تمام حاضرین کا دامن اپنی بے پایاں رحمتوں سے بھر دے اور کسی کو بھی عید گاہ سے محروم نہ فرما

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مولانا ضیاء القاسمی صاحب کو صدمہ

پاکستان کے مشہور عالم دین اور نامور خطیب مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب کی والدہ محترمہ ۲۴ فروری کو انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دارالعلوم حقانیہ میں مرحومہ کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کی گئی۔ دارالعلوم حقانیہ اور ادارہ الحق سوگوار خاندان کے ساتھ تعزیت کرتے ہوئے دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین (ادارہ)

ضروری اطلاع

ٹیلیفون نمبرات کی تبدیلی

قارئین کرام! ہمارے نئے ٹیلیفون نمبرات نوٹ فرمائیں۔

نوشہرہ کوڈ: ۰۵۲۳۱

دفتر دارالعلوم حقانیہ	۶۳۰۴۲۵
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مہتمم دارالعلوم حقانیہ	۶۳۰۳۴۰
حضرت مولانا انوار الحق صاحب نائب مہتمم دارالعلوم حقانیہ	۶۳۰۳۴۱
مولانا حامد الحق حقانی	۶۳۰۳۴۴
جناب شفیق الدین فاروقی مینیجر ماہنامہ الحق	۶۳۰۰۷۴
حافظ راشد الحق سمیع ایگزیکٹیو ایڈیٹر ماہنامہ الحق	۶۳۰۲۴۴

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

فتح، اہلِ حق کا مقدر ہے

غلبہ اور فتح انشاء اللہ اہل حق کی اور انسانیت کے لیے عمومی اور ابدی پیغام رکھنے والی ملت ہی کی ہو گی جس کی شفقت میں پوری انسانیت کا حصہ ہے، اور جس کی نظر میں ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔ جو حق کے لیے ہر جگہ سینہ سپر ہو جاتی ہے، اور ظلم کا مقابلہ ہر موقع پر ہر شکل میں ہر جگہ کرتی ہے، جو انسانیت کی خدمت کے لیے زندہ ہے، اور انسانیت ہی کے ساتھ وابستہ ہے، جس کا دامن فتنہ و فساد سے پاک ہے اور جو دنیا میں غلو و فساد کی نہیں حق و انصاف کی علمبردار ہے۔

مکر و فریب، سازشی ذہن، مجرمانہ و مریضانہ ذہنیت اور تخریبی ذہانت نے (جو احترام انسانیت کی منکر ہے اور عقل و اخلاق کے حدود کا کوئی لحاظ نہیں کرتی، جو انانیت اور منفی رخ پر چلتی ہے) تاریخ میں متعدد بار بظاہر ایسی شاندار کامیابی اور فتوحات حاصل کی ہیں کہ لوگوں کی نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئی ہیں، اس کی فتح مندیوں اور پیش قدمیوں کو دیکھ کر اکثر انسانی "تاریخ پر شبہ ہونے لگا اور اس کا اندیشہ پیدا ہو گیا کہ حق کی قوت و صداقت اور حسن انجام اور اہلِ تقویٰ و اہلِ صدق کی فتح کا یقین متزلزل ہو جائے اور اس پر اعتماد جاتا رہے، اس تخریبی قوت نے بارہا تاریخ میں ایسے ہنگامے برپا کیے ہیں کہ ان کے سامنے عزم و استقامت کے پہاڑ بھی متزلزل ہو گئے اور بڑے سے بڑے فلسفی اور علماء مذاہب بھی اپنی جگہ سے ہل گئے، آزمائش کی ان نازک گھڑیوں میں جو حیرت، واضطراب اور شک و شبہ دلوں میں پیدا ہونے لگتا ہے، قرآن مجید نے اس کی نہایت بلیغ تصویر ہمارے سامنے رکھ دی ہے۔

حَتّٰىٓ اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ

(یوسف ۔ ۱۱۰)

یہاں تک کہ جب پیغمبر مایوس ہو گئے اور ان کو گمان ہونے لگا کہ ان سے یوں ہی کہہ دیا گیا، پہونچی انکو ہماری مدد پس بچا دیا گیا اس عذاب سے جس کو ہم نے چاہا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ہٹایا جاتا ہے

دوسری جگہ آتا ہے۔

اِذْ جَاۗءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ

جب وہ آپر چڑھے تم پر اوپر سے بھی اور نیچے سے بھی، اور جب پھیل گئیں آنکھیں اور آ گئے کلیجے

الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۠ ○ — منہ کو اور گمان کرنے لگے تم اللہ سے طرح
هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا — طرح کے گمان، یہ موقع تھا، جہاں آزمائے
زِلْزَالًا شَدِيْدًا ○ (احزاب ــ ۱۰-۱۱) — گئے مسلمان اور ہلائے گئے بری طرح ۔

انسان کی نفسیات ہے کہ وہ ہر غلبہ و فتح سے متاثر ہوتا اور اس کے سامنے اپنا سر جھکاتا ہے، خواہ وہ کیسی ہی وقتی، عارضی، یا کیسی ہی حقیر اور غیر اہم فتح ہو، قرآن مجید نے اس نفسیات کا بہترین علاج پہلے ہی کر دیا ہے، ارشاد ہے ۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي — یہ کافروں کا شہروں شہر دور دورہ تمہیں دھوکے
الْبِلَادِ ○ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ — میں نہ ڈالے، یہ چند دن کی بہار ہے اس کے بعد
وَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ (آل عمران - ۱۹۶، ۱۹۷) — ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور برا ٹھکانا ہے ۔

دوسرے موقع پر ارشاد ہے ۔

مَا يُجَادِلُ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا — نہیں مجادلہ کرتے ہیں اللہ کی آیات میں مگر کفر کرنے
يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ○ (مومن - ۴) — والے، سو نہ دھوکا دے تم کو انکا شہروں میں دوردورہ

اس نے اس کمزور نفسیات اور ذہن کا بھی علاج کیا ہے، جو آسانی کے ساتھ مکر و فریب اور جعل سازی و سازش کا شکار ہو جاتا ہے، اس کو بار بار متنبہ اور آگاہ کیا ہے کہ ان سازشوں و فریب کاریوں اور ظاہری کامرانیوں کا انجام ذلت و ناکامی اور فضیحت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں، یہ تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور بودی اور بے حقیقت ہیں

وانّ اوهن البيوت لبيت العنكبوت — اور بے شک گھروں میں سب سے بودا گھر
لو كانوا يعلمون ○ (عنکبوت - ۴۱) — مکڑی کا گھر ہے، کاش کہ یہ جانتے ہوتے ۔

اس نے صاف صاف اعلان کیا ہے کہ شر سے خیر پیدا ہی نہیں ہو سکتا جس چیز کی بنیاد اور جڑیں اچھی زمین یا فطرت سلیم میں پیوست نہ ہوں وہ ہر لمحہ اور ہر وقت خطرے کی زد میں ہے، ارشاد ہوتا ہے ۔

اَمَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ — یا وہ (اچھا ہے) کہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد
هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ○ وَاللّٰهُ — رکھی ایک گرنے والے غار کے کنارے پر پس وہ گرا اسکو
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (التوبہ - ۱۰۹) — آتش دوزخ میں، اور اللہ نہیں سمجھ دیتا ہے ظالم لوگوں کو

دوسری جگہ آتا ہے ۔

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ — اور گندے کلمہ کی مثال ایک برے درخت کی
اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا — سی ہے کہ اوپر ہی سے اکھاڑ لیا جاوے کچھ

مِنْ قَرَارٍ ٥ (ابراہیم - ۲۶)　　بھی ثبات اسے نہ ہو۔

وہ حضرت موسیٰ کی زبان سے جادوگروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے ۔

قَالَ مُوسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ٥ (یونس - ۸۱)

کہا موسیٰ نے کہ تم جو لے کر آئے ہو وہ جادو ہے یقیناً اسے اللہ ابھی درہم برہم کر دے گا اللہ نہیں بننے دیتا ہے فسادیوں کے کام

وہ مکر و فریب اور سازش و تخریب کا عام قانون اور اس کا انجام اور حشر بتاتے ہوئے کہتا ہے ۔

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ٥ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ٥ (فاطر - ۴۳)

اور نہیں پڑتا ہے برے منصوبوں کا وبال اصل میں مگر منصوبہ سازوں پر، پس کیا وہ انتظار دیکھ رہے ہیں اگلوں کے حشر کا سو تم اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے ہرگز اس کے دستور میں کوئی تغیر تم کو نہیں ملے گا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے ۔

وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ٥ (فاطر - ۱۰)

اور جو لوگ ناپاک سازشیں کرتے ہیں (اللہ اور رسول کے خلاف) ان کے لیے بڑا سخت عذاب ہے اور رہیں ان کی سازشیں تو وہ کارگر ہونے والی نہیں۔

اس نے ایک ایسی عالمی حقیقت ہمارے سامنے رکھ دی ہے جو زمان و مکان نسل و وطن، کامیابی و ناکامی اور فتح و شکست سے بالاتر اور ان سب پر غالب ہے وہ ان لوگوں کی جو حکام و سلاطین کی کامیابیوں، مہم پسندوں اور حوصلہ مندوں کی فتوحات اور پیش قدمیوں سے مرعوب اور متاثر ہوتے رہتے ہیں، پرواہ نہ کرتے ہوئے صاف اعلان کرتا ہے کہ۔

فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ٥ (ہود - ۴۹)

پس صبر سے کام لیجیے انجام کار کامیابی خدا ترسوں کے ہی لیے ہے ۔

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ٥ (اسراء - ۸۱)

اور کہہ دو کہ حق آگیا اور باطل کا چراغ بجھ گیا بے شک باطل ہی کو نابود ہونا تھا ۔

ALSO APPROVED IN AMERICA BY U.S. ENVIRONMENTAL
PROTECTION AGENCY WASHINGTON D.C.

جاپان کی وزارتِ صحت سے منظور شدہ

جناب ابوسفیان اصلاحی

اُردو میں قرآنی مطبوعات

کتابیات

(۲)

اُردو میں قرآنیات کے موضوع پر شائع ہونے والی کتابوں کی یہ دوسری قسط ہے۔ اس میں تحقیقات قرآنیات کو شامل کیا گیا ہے۔ پہلی قسط میں قرآنی اشاریے، اصول تفسیر، اعجاز قرآن اور تاریخ نزول و تدوین قرآن کا احاطہ کیا گیا تھا۔

ابدی بشارتیں فی افہام القرآن۔ عزیز احمد صدیقی۔ مکتبہ جاءالحق۔ کراچی۔ ۱۹۸۱ء ص ۵۴۰

ابراء اہل الحدیث والقرآن مما فی جامع الشواہد من التہمۃ والبہتان۔ عبداللہ طبع اوّل۔ سعید المطابع۔ بنارس ۱۳۰۳ھ ص ۹۹

ابلیس و آدم۔ غلام احمد پرویز۔ ادارہ طلوع اسلام۔ لاہور ۱۹۵۸ء۔ ص ۳۷۶

ابن مریم۔ رحیم بخش۔ فرید کورٹ۔ لاہور۔ ۱۳۵۶ھ۔ ص ۱۶۸

ابن مریم اور پرویز۔ عبدالرحمٰن طاہر سورتی، باراوّل۔ مدیر المکتبۃ العلمیہ لاہور۔ (بدون تاریخ) ص ۸۰

الاتقان فی علوم القرآن۔ جلال الدین سیوطی (مترجم محمد حلیم انصاری) مطبع اصح المطابع۔ کراچی ۱۹۰۸ء ص ۵۰۶

آثار التنزیل۔ خالد محمود۔ ناشر قرآن۔ لاہور۔ ص ۱۷۴

اجلی البرہان تجید القرآن اجوبہ عجیبیہ۔ محمد شاہ لکھنوی۔ نولکشور۔ لکھنؤ ۱۲۸۷ھ

اجر القرآن فی جواب النادان۔ علی حسن، طبع اول، احمدی لاہور۔ ۱۳۲۸ھ۔ ص ۱۱

اجزائے ایمان۔ محمد طاہر القادری۔ اشاعت دوم۔ اتفاق اسلامک اکیڈمی لاہور ۱۹۸۴ء ۱/۲۲۲/۲۲۴

الآیات المنصرات فی بحث المسکرات۔ عبدالرحمٰن بقا۔ طبع اوّل۔ غوثیہ غازی [illegible] ص ۸۸

احادیث قرآن (قرآن کریم سے متعلق چالیس احادیث چار زبانوں میں) قدرت اللہ حسینی سندھ آفسٹ پریس کراچی (بدون تاریخ) ص ۹۲۔

اخبار التنزیل (قرآن و حدیث کی پیشین گوئیاں) محمد اسماعیل۔ مکتبہ برہان۔ دہلی ۱۹۷۲ء ص ۱۸۳۔

اربعین قرآنی اور مسئلہ غیب دانی۔ ابو الشفیق محمد رفیق، طور پرنٹنگ۔ سیالکوٹ ۱۹۵۲ء ص ۳۰۴

اساس تہذیب (ماخوذ از قرآن وحدیث) عبداللطیف۔ انسٹیٹیوٹ آف انڈو مڈل کلچرل اسٹڈیز ۱۹۵۷ء ص ۱۹۶

اساس القرآن۔ واحدہ خانم ببیبی بازار۔ بنگلور سٹی

الاستفہام فی القرآن نمبرا۔ عبداللہ ابو البرکات۔ مطبع قاسم حیدرآباد دکن ۱۳۳۲ھ ص ۲۴

اسرارِ قرآنی۔ محمد قاسم نانوتوی۔ کتب خانہ اعزازیہ، دیوبند (بدون تاریخ) ص ۲۰

اسلام میں نبوت کا تصور اور حضرت مسیح موعود کا دعویٰ، رفیع احمد مجلس خدام الاحمدیہ لاہور ۱۹۶۹ء ص ۵۹

اسلامی ریاست قرآن وسنت کی روشنی میں۔ سید شمیم حسین قادری، طبع اول۔ علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب لاہور ۱۹۸۴ء ص ۴۴۳۔

اسلامی سوشلزم کیا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں۔ مجتبیٰ فاروقی۔ مکتبہ فروغ سنتِ رسول اسلامی سوشلزم واسلامی جمہوریت، کراچی ۱۹۷۰ء ص ۱۲۸

اسلامی نظریات تعلیمات قرآن کا ایک حسین مرقع۔ علی موسیٰ رضا۔ مکتبہ فریدی، کراچی ۱۹۶۲ء ص ۳۲۸

اسمارِ حسنیٰ۔ محمد سلیمان۔ حمایت اسلام۔ لاہور ۱۹۳۰ء ص ۲۴۰

اسمار الحسنیٰ۔ ابو الاعلیٰ مودودیؒ۔ بار اوّل، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی ۱۹۹۲ء ص ۳۹۴

اسمار القرآن۔ سید محمد عبداللہ قطب شاہی عباسی۔ مطبع ادم میرٹھ (بدون تاریخ) ص ۴۰

اعداد القرآن۔ محمد شریف۔ ناشر قرآن لاہور (بدون تاریخ) ص ۶۴۳

آفتابِ نبوت کامل (قرآن کریم کی صرف ایک آیت کی قرآنی تمثیل سے نبوت محمدیہ کی تمام شانوں کا حکیمانہ استنباط)۔ محمد طیب۔ ادارہ عثمانیہ لاہور ۱۳۷۹ھ

افسانۂ تحریف القرآن۔ شاہ عبدالشکور فاروقی۔ علی مظہر امروہی نقوی (بدون تاریخ) ص ۸۰

اقبال اور قرآن۔ غلام احمد پرویز۔ طبع دوم۔ ادارہ طلوع اسلام لاہور ۱۹۶۵ء ص ۲۲۸

اقبال قرآن کی روشنی میں۔ قاضی محمد ظریف۔ کتاب منزل لاہور ۱۹۵۸ء ص ۳۶۸

اقسام القرآن۔ حمید الدین فراہیؒ (مترجم: امین احسن اصلاحی) مکتبہ چراغ راہ کراچی ۱۹۵۲ء ص ۱۲۸

الفاظ القرآن۔ اشرف علی تھانوی۔ صباح لمیٹڈ، لاہور۔

اللہ کی عادت۔ غلام برق جیلانی۔ علمی پرنٹنگ پریس۔ لاہور (بدون تاریخ) ص ۲۹۹

الہامی کتاب۔ ثناء اللہ امرتسری۔ اہل حدیث امرتسر ۱۹۰۵ء ص ۱۹۲

امامۃ القرآن۔ سید محمد ہارون۔ خواجہ بک ایجنسی (بدون تاریخ) ص ۴۱۰

امام القرنی۔ عباد اللہ۔ اتحاد پریس امرتسر (بدون تاریخ) ص ۴۱۰

انسان اور قرآن۔ محمد اسماعیل میاں۔ دین محمد الیکٹرک پریس لاہور ۱۳۲۰ھ ص ۱۴۰

الانسان فی القرآن۔ سید نور الحسن شاہ۔ المکتبۃ السعدیہ لاہور ۱۹۶۷ء ص ۱۹۲

انسان کی حقیقت قرآن کی روشنی میں۔ ابوالاعلیٰ مودودیؒ بار اول مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۸۶ء ص ۴۸

انقلابی کتاب۔ طاہر رسول قادری۔ بار اول، شاد پرنٹرز۔ لاہور ۱۹۸۹ء ص ۱۸۷

انوار القرآن (پارہ عم کے نکات و معارف) بشارت احمد لاہور ۱۳۵۲ھ ص ۲۳۳

ایضاح القرآن۔ ضیاء الدین اصلاحی۔ یونائیٹڈ بک کارپوریشن کراچی (بدون تاریخ) ص ۳۲۸

ایک قرآن (نظریہ دو قرآن پر ایک نظر) قاری محمد طیب۔ اشرف پریس لاہور (بدون تاریخ) ص ۱۲۸

ایمان بالقرآن مع اضافات جدیدہ۔ اللہ یار خاں (مرتبہ عبدالرزاق) ادارہ نقشبندیہ اویسیہ چکوال (بدون تاریخ) ص ۲۰۷

ایمان و عمل کا قرآنی تصور۔ الطاف احمد اعظمی۔ ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی۔ علی گڑھ ۱۹۸۶ء ص ۲۸

بارش اور قرآن۔ طیب علی عبدالرسول شاکر۔ مطبع قادری۔ جبلپور ۱۳۵۰ھ ص ۴۶

بائیبل سے قرآن تک۔ رحمت اللہ کیرانوی (مترجم اکبر علی اور محمد تقی عثمانی) ادارہ اسلامیات لاہور (بدون تاریخ) ص ۱۵۰۰

بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ، قرآنی تشریحات۔ اخلاق حسین قاسمی۔ الفیصل اکادمی۔ فیصل آباد۔ پاکستان ۱۹۸۳ء ص ۱۵۰

البرہان علی تجہیل من قال بغیر علم فی القرآن۔ محمد علی۔ مطبع گلزار احمدی۔ مراد آباد ۱۳۰۷ھ ص ۴۸۶

برہان القرآن۔ ثناء اللہ امرتسری۔ طبع اول۔ وزیر ہند امرتسر ۱۹۳۰ء ص ۱۸۰

برہان کلام موسی مع ترجمہ اردو بیان مدام اقصلی۔ ابن بطوطہ (مترجم رحیم بخش) المطبع محمدی۔ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۳۲

البرہان وفلسفہ: القرآن۔ عبدالرؤف بن شیخ محمد یحییٰ الہ آبادی۔ الہ آباد۔ ۱۳۲۷ھ (تین جلدیں) ص ۲۱۶، ۲۲۲، ۲۱۲

بشریت انبیا و حضرت انبیا کے مرتبہ بشریت کی تحقیق و تفصیل قرآن مجید کی روشنی میں۔ عبدالماجد دریا بادی۔ دار المصنفین۔ اعظم گڑھ ۱۹۵۹ء ص ۲۲۳

بطش قدیر بر قادیانی تفسیر کبیر ۔ ثناء اللہ امرتسری ۔ طبع اول ۔ ثنائی امرتسر ۱۹۴۱ء ص ۳۴۴
بلغۃ الحیران فی ربط آیات القرآن ۔ حسین علی ۔ حسام الدین، بھچران (بدون تاریخ) ص ۴۴۸ ۔
البیان فی علوم القرآن ۔ عبدالحق حقانی ۔ دارالاشاعت تفسیر حقانی ۔ دہلی ۱۹۳۴ء ص ۶۴۸
بیان القرآن ۔ عبدالرزاق ملیح آبادی ۔ الہلال بک ایجنسی ۔ لاہور ۱۹۵۴ء
البیان لتراجم القرآن ۔ عبداللہ ۔ طبع اوّل ۔ اردو پریس کلکتہ ۱۳۴۶ھ ۔ ص ۱۰۸
پابندیٔ عہد اور قرآن حکیم ۔ ابوالکلام آزاد ۔ منصور پریس ۔ لاہور (بدون تاریخ) ص ۸۰
پیر ناصر خسرو اور روحانیت مع قرآنی سوال و جواب ۔ نصیر الدین نصیر ۔ دارالحکمۃ الاسماعیلیہ ۱۹۷۸ء ص ۸
تاریخ صحف سماوی ۔ نواب علی ۔ مکتبہ افکار ۔ کراچی ۱۹۶۱ء ص ۳۰۸
تالیف عثمانی (اس میں اعجاز القرآن، الروح فی القرآن اور المواج فی القرآن شامل ہیں ۔)
طباعت اول ۔ ادارہ اسلامیات ۔ لاہور ۱۹۹۰ء ص ۱۲۳ سے ۱۴۲ تک
تائید القرآن (رسالہ مراۃ القرآن محبوب مسیح کا جواب) محمد علی مراد آبادی ۔ افضل المطابع ۔ مراد آباد (بدون تاریخ) ص ۷۲
تائید القرآن بجواب تاویل القرآن ۔ محمد ابراہیم ۔ طبع اول ۔ پنجاب سیالکوٹ ۱۹۰۵ء ص ۲۹۹
تبویب القرآن ۔ وحید الزماں ۔ مطبع احمدی ۔ لاہور (بدون تاریخ) ص ۷۰۲
تبویب القرآن ۔ غلام احمد پرویز ۔ ادارہ طلوع اسلام ۔ لاہور ۱۹۷۷ء ۔ (جلد ۳)
التبویب للقرآن والجامع المسند الصحیح ۔ نواب حسن یار جنگ بہادر ۔ مکتبہ ابراہیمیہ ۔ حیدر آباد دکن ۱۳۶۴ھ ص ۴۰۰
تحریفات قرآن ۔ عبدالکریم ۔ اشاعت دوم ۔ مکتبہ معارف الحق ۔ کراچی (بدون تاریخ) ص ۴۸
تحریف قرآن ۔ کیلارام پنڈت اکبر آبادی ۔ نسیم پریس ۔ آگرہ ۔
تحریف القرآن کا جواب ۔ غلام دستگیر ہاشمی ۔ ۱۸۹۱ء ۔
تحریف قرآن کی حقیقت ۔ علی نقوی ۔ امامیہ مشن ۔ فیض آباد لکھنؤ ۱۹۳۲ء ص ۱۹۹
تحسین القرآن ۔ خدیجہ ۔ مکتبہ جامعہ دہلی ۱۹۷۹ء ص ۱۲۸
تحقیق جلیل (ترجمہ اسرار التنزیل) فخر الدین رازی ۔ اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور ۱۹۲۵ء ص ۱۸۶
تدبر فی القرآن ۔ امام ابن حزم ظاہری (مترجم عبدالحلیم کانپوری) طبع دوم ۔ تاج منزل کراچی ۱۹۷۱ء ص ۱۵

(جاری ہے ....)

حافظ راشد الحق سمیع

سفر علم و آگہی

الحق ماضی، حال اور استقبال کے آئینہ میں
فرق باطلہ کا تعاقب

(۴)

لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازۂ تجدید — مشرق میں ہے تقلید فرنگی کا بہانہ ۔ اقبال

فتنہ استشراق اور ڈاکٹر فضل الرحمان منکر حدیث غلام احمد پرویز کے بعد ایک اور انگریزی برانڈ اور ماڈرن اسلام کا داعی ڈاکٹر فضل الرحمان جو کہ یہود و نصاریٰ کی درسگاہوں مثلاً" میکگل یونیورسٹی امریکہ میں پروان چڑھا اور پھلا بڑھا اور وہیں سے تربیت یافتہ ہو کر اور وہاں کے گندے اور گلے سڑے مادر پدر آزاد ماحول کے غلیظ اور مہلک ترین فکری جراثیم اور شیطانی اثر و وسائل کے ساتھ مسلح ہو کر مملکت پاکستان میں اپنی طاغوتی ابلیسی اور صلیبی کاروبار کو از سر نو شروع کرنے کے لیے اور اپنے اور اپنے پیشرو اکبر اعظم کے مکروہ اور اسلام دشمن اعزائم کی تکمیل کے لیے اس کے فکری جانشین نے اسلام کے وجود مسعود میں جدت اور ماڈرنزم کا انجکشن لگانے اور اس کو نقصان پہنچانے کے لیے بلکہ اس میں زہر ہلاہل گھولنے کے لیے اس پی ایچ ڈی ڈاکٹر کو بھیجا تاکہ وہ اس طریقہ اور نام نہاد علمی انداز سے اس آفاقی اور عالم گیر دین کو کمزور اور ضعیف کر سکے اور پھر اس شخص نے ان مکروہ عزائم کی تکمیل کے لیے ایک ایسی جگہ کا انتخاب کیا جہاں سے وہ اسلام اور دین حنیف کے قلب و جگر پر بھرپور وار کر سکے اور اپنے مزعومہ خیالات و افکار کے مطابق اور پہلے سے طے شدہ اہم مسائل و موضوعات کا پوسٹ مارٹم کر سکے اور اپنی متعصبانہ تحقیق و ریسرچ کے زہر میں ڈوبے ہوئے تیروں کے ذریعہ شریعت مطہرہ کو نشانہ بنا سکے اور ادارہ تحقیقات اسلامیہ جیسے موقر مقام پر بصورت ایک عظیم محقق و مفکر اور نابغہ روز گار عالم کے براجمان ہوئے اور ستم ظریفی یہ کہ اس کو مکمل سرکاری سرپرستی حاصل رہی جس طرح کے اس کے پیشرو غلام احمد پرویز کو ایوبی چھتری میسر آئی تھی وہی سائبان ڈاکٹر صاحب کے حصہ میں بھی آیا دراصل صدر ایوب خان جو کہ ایک ڈکٹیٹر اور اقتدار کے نشہ میں سرشار و مستغرق تھا اس کو بھی اکبر اعظم کی طرح شریعت مطہرہ میں کمزوریاں نظر آنے لگیں اور اس کے ذہن پر اسلام کی دقیانوسیت اور اس کے جمود کا خبط سوار ہوا اس لیے اس نے

اس ادارے کے ذریعے اور سرکاری وسائل کے بل بوتے پر اسلام کے مسلمہ اصولوں پر تیشہ زنی شروع کی لیکن جس طرح اکبر اعظم (اکبر دی گریٹ) کے دین الٰہی کو اس وقت کے علماء حق اور مردان باصفا نے چیلنج کیا تھا خاص کر مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ نے اس کے خلاف بھرپور جہاد کیا اور اپنے مکتوبات میں اس کے خلاف اپنی آواز حق اقتدار کے ایوانوں تک پہنچائی تو بالکل اسی طرح جیسا کہ قانون فطرت ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے تو علما حق اس فتنے کے خلاف میدان میں سینہ سپر ہوئے اور انہوں نے اکبر یعنی ایوب خان اور اس کے ابو الفضل اور فیضی یعنی پرویز اور ڈاکٹر فضل الرحمان (**کلا هما فی النار**) جیسے گرفتاران تہذیب حاضر کے گورکھ دھندوں اور مکروہ عزائم کو قوم کو نجات دلا دی. بقول اقبال

ے اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

الحمد اللہ ماہنامہ الحق نے اپنی جبلت اور طبعیت و عادت کے مطابق اس فتنہ کے خلاف بھرپور قلمی جہاد کیا اور ان ساقیانہ میخانہ مغرب نے جس الحاد و زندقہ کا تلخابہ اور شراب کہن نئی قدح اور نئی انداز میں مادیت کے نشہ میں ڈوبی ہوئی بیمار امت مسلمہ کے سامنے پیش کرنے کی جسارت اور جرت کی تھی علماء حق اور ماہنامہ الحق اور دیگر دینی رسائل اور جرائد کی موثر تحریرات و مضامین نے ان کی یہ شیطانی چالیں ناکام بنا دیں اور نتیجہ یہ نکلا کہ

ع آں قدح بشکست و آں ساقی نہ ماند

دراصل ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کی غرض و غایت یہ تھی کہ اس کی آڑ میں قرانی نصوص جوامع الکلم یعنی احادیث اور دوسرے شرعی اصطلاحات کو تختہ مشق بنا دیے جائیں اور اس کے لیے پھر انہوں نے نام کا مسلمان ڈاکٹر فضل الرحمان کا انتخاب کیا اور اس نے دین و شریعت کے بارے میں یوں ہرزہ سرائی کی کہ جامد اسلام فرسودہ اسلام اور روایتی اسلام جیسے الفاظ استعمال کرنے شروع کیے اس نے تو پہلے قران کو وحی ماننے سے انکا کیا اور ذخیرہ احادیث کے بارے میں بتایا کہ یہ قرون وسطیٰ کی پیداوار ہیں اور خصوصا" اسلامی فقہ کو دست شلن سے تعبیر کیا

ع یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اور یہی تو مسلمانوں کے لیے اپنے مذہب پر قائم رہنے کے لیے اہم ذرائع ہیں اور یہی بنیادر اور اساس ہے جب یہ بنیاد کمزور اور مشکوک اور فرسودہ ثابت کی گئی تو پھر ہمارے پاس کیا رہ جائیگا اور یہود و نصاریٰ اور دیگر اسلام دشمن افراد کا تو یہی مشن ہے کہ جب تک مسلمان اللہ رسول قران حدیث اور شریعت سے وابستہ رہیں گے ہم ان پر وار نہیں کر سکیں گے چنانچہ انہوں نے پہلے ان بنیادی عقائد کو ڈائنا میٹ کرنے کے واسطے میدان کو تیار کرنا چاہا اور اس کے لیے ان بد باطنوں اور خیرہ چشموں کا انتخاب کیا اس قسم کے

اداروں کے بارے میں والد صاحب مدظلہ کے اداریہ اور نقش آغاز کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

اسلامی تحقیقات اور اسلامی فاؤنڈیشن :۔ ان لوگوں کو ہمارے ہاں کام کے آدمی اگر مل سکتے ہیں تو فضل الرحمان قسم کے لوگ اور قابل امداد معلوم ہوتے ہیں تو "اسلامی تحقیقات" قسم کے ادارے جنہیں اسمبلی کی ایک رپورٹ کے مطابق لاکھوں روپیہ یورپ کے ایک فاؤنڈیشن نے امداد کے طور پر دیا یہ فاؤنڈیشن امریکہ کے رسوائے زمانہ شعبہ جاسوسی سی آئی اے کے زیر نگرانی کام کر رہا ہے اسلامی ممالک میں تجدد اور لادینیت کی راہ ہموار کرنے اور وہاں کے مسلمانوں کے دینی تصلب کا اندازہ لگانے کے لیے مختلف وقفوں سے اس قسم کے کلوکیم اور کانفرنس منعقد کرائے جاتے ہیں جن کا ایک نمونہ ہمارے ہاں چند سال قبل لاہور کے اسلامی اور پچھلے سال راولپنڈی کی اسلامی کانفرنس کی شکل میں سامنے آ چکا ہے ایسی کانفرنسوں کے غور و فکر کا محور صرف ایک ہی رخ ہوتا ہے اگر کانفرنس کی عام فضا ان کے لادینی عزائم سے ہم آہنگ ہو جائے تو اس کے مباحثات اور مذاکرات کو خوب اچھالا جاتا ہے اور اگر دو چار مصلب پختہ علم اور راسخ العقیدہ علماء حق کی وجہ سے منتظمین اپنی اغراض خبیثہ میں شکست کھا جائیں تو ایسی مجالس کے تمام زیر بحث امور اور فیصلوں کو پردہ خفاء اور گوشہ گمنامی میں ڈال دیا جاتا ہے راولپنڈی کی اسلامی کانفرنس اس کی واضح مثال ہے جس کی اسٹینڈنگ کمیٹیوں کی اصل حقیقت اور اس کے محرکات تو تب ظاہر ہوں گے جب کہ اس کے فیصلوں اور بحث و مباحثہ کے پس منظر میں اس میں شرکت کرنے والوں کی علمی اور دینی حیثیت سامنے آ جائے ملایشیاء کی موجودہ سیاسی حیثیت پھر پچھلے دنوں بعض سیاسی امور کے بارے میں اس کی پارلیمنٹ اور عدالتوں کے غیر اسلامی انداز فکر اور عالمی پیمانہ پر زیر بحث مسائل پر ایک ہی انداز میں غور و فکر کی بنا پر ہمیں خدشہ ہے کہ کہیں یہ کانفرنس بھی اسلام کو لادینی مغرب کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرانے کی سعی نہ ہو یہ الگ بات ہے کہ اس قسم کی ہر سعی بالآخر لاحاصل ہی ثابت ہوگی کہ اس قسم کی کانفرنسیں خواہ کتنی ہی "عظیم اور لامثال" کیوں نہ ہوں اسلام کی ابدیت اور قطعیت پر ہرگز ہرگز اثر انداز نہیں ہو سکتیں بلکہ اسلام کے حفاظت کے لیے خداوند کریم کی غیبی امداد کی بنا پر ایک گونہ اطمینان ہے کہ مصر کے مجمع الجوث اور راولپنڈی کی اسلامی کانفرنس بھی متجددین اور ملحدین کی شکست اور اسلام کی سچائی اور ابدی کے اعلان کا ذریعہ بن جائیگی کہ جس ذات نے اسلام کی حفاظت کا بیڑہ اٹھایا ہے وہ ہر دور میں "فتنہ اور شر" کے ایسے ہی مواقع سے "خیر" کا پہلو ظاہر کراتا چلا آ رہا ہے (اسلام اور عصر حاضر ص ۱۵۵۔۵۴)

دراصل ان دریوزہ گران مغرب نے اسلام کے جنس گرانمایہ اور اس دین حنیف کو جدت لادینیت اور اپنی خواہشات نفسی اور مغرب کے طرز فکر کے بنائے ہوئے سانچوں میں ڈھالنے کی مذموم کوششیں کرنا

شروع کیں

؎ اغیار کے افکار و تخیل کی گدائی کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی

اور ستم یہ کہ اس پر انہوں نے وسعت نظر روشن خیالی ور پروگریسو ترقی پسند لچک اور اصطلاح مذہب کے خوشنما اور پر فریب لیبل چسپاں کیے بقول حضرت جگر مراد آبادی

؎ آج کل میخانے میں تقسیم ہوتے ہیں جگر زہر کے ساغر شراب زندگی کے نام سے

تاکہ اس کے ذریعہ اسلام کی اصل روح اور اس کی اصل صورت کو ہم مسخ کر سکیں اور اسلام کا بھی وہی حال کر لیں جو کہ ان کے اپنے مذہب عیسائیت کا حشر ہوا کہ انہوں نے اس کو بازیچہ اطفال سمجھ کر اس کو اپنی تحقیقات اور موشگافیوں کا تختہ مشق بنا دیا اور دنیا کو اب اس بارے میں صحیح علم نہیں کہ اصل عیسائیت کیا ہے پروٹسٹنٹ حق پر ہیں یا رومن کیتھولک یا پھر انہوں نے اسلام کو بھی اسی طرح کی کی صورت حال سے دوچار کرنا چاہا جیسا کہ ہندو دھرم کہ ہر نئی سے نئی چیز اور ہر مسئلہ جدیدہ اور بدعت ضالہ و گمراہی جو بھی کہیں نظر آئے اور کسی تہذیب و تمدن یا ثقافت میں ہو اس کو اپنے اندر اپنی وسعت کی بنا پر جذب کر لے لیکن **بمصداق ذالک الدین القیم** اور بمصداق **الیوم اکملت لکم دینکم (الآیہ)** اسلام کسی تہذیب و ثقافت اور کسی دوسرے مذہب کی پیوند کاری کا محتاج نہیں یہی وجہ ہے کہ یہ خدا کی آخری شریعت ہے اور تاقیامت رہے گی جس طرح حضورؐ **خاتم النبیین** ہیں قران آخری کتاب اور ہم آخری امت ہیں خیر الامم ہیں اسی طرح یہ دین و شریعت بھی خدا کا آخری پیغام ہے

؎ آیات بینات کی تنزیل ہو چکی دنیا میں بند آمد جبریل ہو چکی

تو آب آئیں کہ معزز قارئین کرام کے سامنے ان کی حقیقت کی نقاب کشائی کریں اور ان کے باطل نظریات کو پیش کریں (بحوالہ اسلام اور عصر حاضر)

ڈاکٹر فضل الرحمان کے بعض ملحدانہ خیالات

قران کریم کے احکام ابدی نہیں بلکہ اس کے علل اور مقاصد ابدی ہیں (یعنی نماز' روزہ' زکواۃ بجائے خود لازمی نہیں بلکہ ان کے مقاصد ابدی ہیں خواہ وہ جس شکل میں بھی ظاہر ہوں) اب تک اس تحقیق کی دو مثالیں بھی سامنے آ چکی ہیں آگے نماز روزہ حج میں بھی اسی اصول سے ترمیم و تبدیل کی راہ کھلی ہے

(الف) زکواۃ عبادت نہیں ٹیکس ہے اور اگر مروجہ نصاب سے مقصد حاصل نہ ہو سکے تو حکومت اس میں کمی و بیشی کر سکتی ہے۔ (ب) اسلام کے ابتدائی زمانہ میں دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر تھی

اس وقت عورتیں تعلیم یافتہ اور ایک عورت کی شہادت بھی مرد کے برابر ہے

(۲) شریعت اسلامیہ غیر متبدل ہمہ گیر اور ابدی نہیں۔

(۳) وہی وحی مقبول ہے جو عقل و بصیرت کے معیار پر پوری اترے۔

(۴) وحی الٰہی اور رسولؐ دونوں حالات اور زمانہ سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے

(۵) قران کریم کے فیصلے اور حضورؐ کی احادیث قطعی قوانین نہیں زیادہ سے زیادہ ایک اسوہ نمونہ اور مثال ہیں

(۶) قران و سنت کے اکثر احکام خاص حالات سے وابستہ تھے اور وقتی اور ہنگامی حیثیت رکھتے ہیں

(۷) اجتہاد کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے اور قرآنی احکام بھی اجتہاد کے زیر اثر ہیں جن میں تغیر و تبدل کیا جا سکتا ہے

(۸) وحی ایک واردات قلبی اور نبیؐ کے شعور کی آواز ہے

(۹) جبرائیل کا کوئی خارجی وجود نہ تھا یہ سب خیالات دوسری تیسری صدی کی پیداوار ہیں

(۱۰) حضورؐ کی حیثیت صرف ایک اخلاقی مصلح کی تھی

(۱۱) پیغمبر ایک عرب قوم کی تشکیل میں مصروف رہے اور قوانین بنانے کی لیے انہیں فرصت نہ مل سکی

(۱۲) معراج ایک افسانہ ہے جو زمانہ مابعد میں تراشا اور عقیدہ رفع مسیح سے مستعار لیا گیا

(۱۳) قرانی قصص محض بے بنیاد کہانیاں ہیں

(۱۴) حدیث کا بیشتر ذخیرہ خود ساختہ اور موضوعی ہے

(۱۵) اسلامی قانون میں حدیث کو حجت نہیں بنایا جا سکتا

(۱۶) حضورؐ نے پنجگانہ نمازوں اور ان کے احکام کی کوئی واضح تعلیم نہیں دی پنجوقتہ نماز حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے زمانہ تک رائج نہ تھی اور بعد کی اختراع ہے

(۱۷) سنت نبویؐ کا اکثر حصہ قبل از اسلام کی رسومات پر مشتمل ہے اور فقہا نے روم، ایران اور یہود کی روایات لے کر سنت میں داخل کر دی ہیں (ڈاکٹر صاحب کے نزدیک سنت ان تمام فقہی قوانین سے عبارت ہے جو ان کے زعم میں مذکورہ اقوام اور ان کے قوانین سے مستعار ہیں)

(۱۸) عہد جاہلیت میں جو سود رائج تھا وہ حرام ہے مطلق سود حرام نہیں

(۱۹) صرف انگور سے تیار کی گئی شراب حرام ہے اس کے علاوہ بیئر وغیرہ تمام اقسام حلال ہیں

(۲۰) نزول عیسیٰ کا عقیدہ عیسائیوں سے مستعار ہے

(۲۱) یہی حال شفاعت اور خروج مہدی کے عقیدے کا ہے

(۲۲) اسلام کا خلاء مغرب کی رہنمائی ہی سے پر ہو سکتا ہے

قارئین کرام! فاضل ڈاکٹر صاحب کے "فاضلانہ" خیالات اور افکار و نظریات کی ایک جھلک تو آپ نے ملاحظہ فرمائی اس طرح سے باقی پہلے سے طے شدہ اور متفقہ اہم مسائل و اہم موضوعات پر بھی ڈاکٹر صاحب نے تیشہ زنی کی ہے مثلاً" سود اور قمار کا جواز خمر و میسر کی حلت برتھ کنٹرول کو مستحسن اور زکواۃ کو ٹیکس سمجھنا اور نصوص و شریعت کی بجائے صرف علل کو ابدی قرار دینا قربانی کی بجائے قیمت ادا کرنا اور بغیر تسمیہ اور جھٹکے سے ذبیحہ کو جائز سمجھنا بقول اقبال

ع خود بدلتے نہیں قران بدل دیتے ہیں

اسی طرح اس نے مسئلہ تعدد ازواج پر بھی اپنے پیشروؤں مستشرقین کی طرح نکتہ چینی اور ہرزہ سرائی کی ہے لیکن عجیب منطق ہی کہ خود تو دانایان فرنگ اور نئی تہذیب کے ائمہ تلبیس نے اپنے لیے اس مسئلہ میں کوئی بھی حد اور کوئی بھی ضابطہ یا قانون اور کوئی بھی اخلاقی ذمہ داری قبول کرنے پر تیار نہیں اور مسلمانوں کے منصوصہ اور قطعی مسلمہ مسئلے پر اعتراض کیا جاتا ہے جس کے باری میں ارشاد ربانی ہے

فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی و ثلث و رباع

لیکن اس مسئلہ پر اگر ان کور چشموں اور بد باطنوں نے نظر عمیق سے کام لیا ہوتا تو ان کو خود مغرب کے ایک بہت بڑے مفکر شاعر اور فلسفی بلکہ فرانس کے انقلاب کے بانی یعنی والٹر جس کے باری میں فرانس کا آخری لوئی شہنشاہ یہ کہتا ہے کہ انقلاب فرانس کچھ بھی نہیں سوائے والٹر اور روسو کے اور اس کی مشہور کتاب فلا سیفکل ڈکشنری سے ایک اقتباس اس مسئلہ پر یہاں نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں والٹر کہتا ہے "میر ایک بار پھر آپ جاہلوں کو بتا دیتا ہوں کہ یہ آپ کی جہالت ہے جس کی وجہ سے آپ محمدؐ کے مذہب کو شہوانی سمجھتے چلے آ رہے ہیں اس میں ایک لفظ کی بھی سچائی نہیں ہے اس بات پر بھی کتنی ہی دوسری سچائیوں کیطرح آپ کو دھوکہ دیا گیا ہے تمہارے راہب پادری اور مذہبی رہنما کیا انسانوں پر یہ قانون لاگو کر سکتے ہیں کہ صبح سے شام تک کچھ کھانا ہے نہ پینا ہے بلکہ روزہ رکھنا ہے کیا شراب ممنوع قرار دی جا سکتی ہے؟ اگر تم اٹھارہ اٹھارہ عورتوں کی محبت سے لطف اٹھا رہے ہوتے اور حکم دیا جاتا کہ صرف چار بیویاں رکھی جا سکتی ہیں تو کیا تم یہ حکم مان لیتے کیا تم ایسے مذہب کو شہوانی کہہ سکتے ہو ؟"

والٹر کی طرح دیگر مستشرقین اور مغربی مفکرین نے بھی یہ حقیقت تسلیم کی ہے اصل میں ڈاکٹر صاحب کے ان فاسد نظریات و افکار اور کاسد خیالات و اوہام کا تانا بانا اور اس تحریک کا صیہونی مستشرقین کی تحقیقات سے تیار تھا۔

ے انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زباں میری ہے بات ان کی

انہی کی محفل سجا رہا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی

یہی وجہ ہے کہ جب ڈاکٹر فضل الرحمان نے اسلام کے متعلق رسوائے زمانہ کتاب "اسلام" لکھی تو اس کے "عظیم الشان کارنامے" پر اس کو اپنے ابلیسی اساتذہ یہودی اور عیسائی پروفیسروں نے بھرپور داد دی اور آخر کیوں نہ دیتے انہی کے دستر خواں کا زلہ رباہی رہا تھا اور اپنے اس وفادار شاگرد کو انہیں جو شاباش پیش کی تھی اس پر الحق کے نقش آغاز میں سیر حاصل تبصرہ آیا ہے چنانچہ اسی کا ایک اقتباس ایڈیٹر الحق کے شعلہ بار قلم سے ملاحظہ ہو عنوان ہے "شاگرد کو استادوں کی شاباش"

"ایک ثقہ معاصر راوی ہے کہ برطانیہ کے شہرہ آفاق علمی و استشراقی ششماہی مجلّہ بلیٹن آف دی سکول آف اورینٹل افریکن اسٹڈیز کے ج ۲۹ (۱۹۹۶ء حصہ دوم) کے صفحہ ۹۵۔۳۹۴ پر ادارہ تحقیقات اسلامیہ پاکستان کے ڈائریکٹر ڈاکٹر فضل الرحمان کی انگریزی کتاب (Islamic Methodology in History) پر ایک تبصرہ شائع ہوا ہے اور یہ تبصرہ کولمبیا یونیورسٹی کے نامور پروفیسر شافٹ کے قلم سے ہے کتاب میں اجتہاد و سنت اور اجماع ایسے مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے اور یہی مسائل ہیں جن پر ہمارا استشراق زدہ محققین اپنی ساری عمارت اٹھانا چاہتے ہیں ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب میں شریعت اسلامی کے ماخذ ارتقائی تاریخ بیان کرتے ہوئے کوشش کی ہے کہ قدیم اسلام کی مطابقت جدید حالات سے پیدا کی جائے اور قدیم اور راسخ العقیدہ طبقہ سے اپنی جدید تحقیقات کسی حد تک تو تسلیم کرائے جائیں یہاں ہمیں ان مسائل و نظریات سے بحث نہیں' اس کا کچھ نہ کچھ ذکر الحق کے صفحاتؔ پر آتا رہتا ہے قابل توجہ و قابل تحسین و آفرین ہے جو کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک غیر مسلم ایک متعصب اور غالباً" یہودی پروگریسر نے مولف کتاب کی بارگاہ میں پیش کی ہے اسلام کے مایہ ناز متدین محقق علما محدث داعی اور خدا ترس راسخ العقیدہ مسلمان چیخیں چلائیں ڈاکٹر صاحب اور ان کے حوارین کو اس سے کیا؟ کہ یہ تو راسخ العقیدہ گروہ اور حالات سے آنکھیں بند کرنے والوں کا ایک انبوہ ہے ڈاکٹر صاحب کے لیے تو یہی خوشی کافی ہے کہ ان کی داد و ستائش کے چرچے میکگل یونیورسٹی اور کولمبیا کے پروفیسروں میں ہو رہے ہیں وہ پروفیسر جو بقول ڈاکٹر صاحب سائنٹیفک طریقہ تحقیق اور جدید تجزیاتی و تنقیدی انداز و فکر میں ان کے امام ہیں جس کے بغیر تعمیری اسلام تحقیق کا کام ہو ہی نہیں سکتا پروفیسر شافٹ کی اس مدح سرائی کا حال سن کر قران کریم اس آیت پر ہمارا ایمان اور بھی مضبوط ہو گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

ولن ترضی عنک الیهود ولاالنصاری حتی تتبع ملتهم○ اور یہ یہود اور نصاریٰ آپ سے ہرگز ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک کہ آپ پوری طرح ان کی ملت کے پیرو نہ بن جائیں

(اسلام اور عصر حاضر ۱۷۷)

ماہنامہ الحق اور اسی طرح دیگر معاصر مجلات کی اسی موثر تنقید اور تعاقب نے بالآخر ڈاکٹر فضل الرحمان استعفاء اور فرار پر مجبور کیا اور یوں اسلامیان پاکستان نے سکون کا سانس لیا الحق کے جن پرچوں میں ڈ فضل الرحمان کے خیالات کے اقتباسات پیش کیے گئے تھے اس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور بالخصوص مشرق پاکستان میں اس کا رد عمل اور شدید ہوا انہوں نے اس کے بنگلہ زبان میں تراجم شائع کیے اور لاکھ کی تعداد میں تقسیم کیے جب ڈاکٹر صاحب عوامی دباؤ کی وجہ سے بوریا بستر سمیٹنے پر مجبور ہوا تو ایڈیٹر الحق شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق کے نام ملک کے کونے کونے سے مبارک باد کے کئی خطوط موصول ہو بطور نمونہ مشہور داعی مفکر اسلام مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کا خط جو کہ انہوں نے مولانا سمیع ا مدیر الحق کے نام ارسال فرمایا تھا بطور نمونہ پیش خدمت ہے

محب گرامی قدر زید لطفہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ! امید ہے کہ آپ سب بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہوں گے میں ایک سے کل ۲۷ ستمبر کو جب رائے بریلی سے واپس ہوا تو ڈاک میں والد ماجد مولانا عبد الحق صاحب مدظلہ تعزیتی گرامی نامہ پھر آپ کا مسرت نامہ ملا پہلے خط سے عزت دوسرے سے مسرت حاصل ہوئی اللہ تع آپ کے خاندان سے دین و ملت کی وہ خدمت لے جس کی کم سے کم اس ملک میں سخت ترین ضرورت اور جہاں عرصہ سے یہ صدا آ رہی ہے

کون ہوتا ہے حریف مرد افگن عشق ہے مکرر لب ساقی پر صدا میرے بعد

یوں تو غیب کا علم تو اللہ کو ہے لیکن رسالہ الحق دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرات نے مرض صحیح تشخیص کی ہے ڈاکٹر فضل الرحمان کے استعفے کی خبر جب پہلی مرتبہ ملی تو بے اختیار زبان سے نکلا عرصہ کے بعد ایک اچھی خبر سننے میں آئی اس وقت یہی خیال ہوا کہ اس میں آپ حضرات کی جدوجہد بنیاد حیثیت رکھتی ہو گی دلی مبارک بار قبول فرمائیے (الحق ج ۴ ص ۱۷۹)

بدقسمتی سے ہمارے ہاں کے ان ناپختہ ذہن افراد اور تہذیب یورپ کے گرفتاروں اور خرمن مغرب کے خوشہ چینوں نے مغرب کے مفکرین اور نام نہاد محققین و مستشرقین کو عقل کل اور ان کی تحقیقات کو حرف آخر سمجھا ہے ع مستند ہے انکا فرمایا ہوا

حالانکہ اگر یہ کوتاہ نظر عمیق سے کام لیں تو یہ حقیقت ان پر منکشف ہو جائیگی کہ ان مستشرقین او یورپ کے ان مایہ ناز مفکرین نے مسلم فلاسفہ اور علماء سے ہی استفادہ کیا ہے دانتے جیسے عظیم شاعر او

ادیب اور مفکر نے بھی شیخ اکبر ابن عربی سے پوری طرح متاثر ہے اور اس طرح کی زندہ جاوید مثال شہرہ آفاق کتاب ڈیوائن آف کامیڈی ہے اور اسی طرح ابن سینا ابن خلدون البیرونی امام غزالی امام رازی اور بالخصوص ابن رشد وغیرہ سے انہوں نے بہت استفادہ کیا ہے اسی طرح مشہور شاعر مغرب اور عظیم ادیب گوئٹے بھی حافظ شیرازی کا بڑا مداح ہے اور اس نے اپنے دیوان میں بھی حافظ کی مدح بیان کی ہے اور پھر اپنے کلام میں بھی بہت کچھ دیوان حافظ سے مستعار لیا ہے مختصرا یہ کہ مذکورہ بالا حضرات یورپ کے علم و ادب کے وہ روشن ستارے ہیں جنہوں نے ہمارے مسلمان علماء فضلاء اور فلاسفہ سے ہی کسب فیض کیا ہے اور یہاں پر ہمارے ہاں ڈاکٹر فضل الرحمان اور جدت پسند طبقہ ان کو اپنے علم و آگہی اور اپنی تحقیقات کا قبلہ و کعبہ سمجھتے ہیں

اولئک کالانعام بل هم اضل و اولئک هم الغافلون

اور

ع یہ کافری تو نہیں کافری سے کم بھی نہیں

رہا یورپ کے مستشرقین اور ان کی "علم دوستی" اسلام کے متعلق "تحقیقات" احادیث مبارکہ اور اسلامی علوم و فنون اور عالم اسلام کی تاریخ مرتب کرنا اور "علمی موشگافیاں" کرنا تو ان متعصبین مستشرقین کا اس کوچے سے کیا رسم و راہ؟ کیونکہ بقول اقبال

ع یورپ کے کرگسوں کو نہیں ہے ابھی خبر

واللہ یقول الحق و هو یهدی السبیل

جاری ہے

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری۔ مدینہ منورہ

بنیاد پرست کون ہیں؟

آج کل "بنیاد پرستی" اور "بنیاد پرست" دونوں لفظ زبانوں پر بہت آرہے ہیں، درحقیقت یہ دشمنان اسلام کی ایک سازش ہے افسوس ہے کہ بہت سے نام نہاد مسلمان بھی بنیاد پرستی کے خلاف بول رہے ہیں، اوّل تو ہم اس لفظ سے متفق نہیں کیونکہ ہم اللہ جل شانہ کے سوا کسی کے پرستار نہیں، لیکن چونکہ یہ لفظ دشمنوں نے پھیلا دیا اور زبان زد ہو کر عام ہوگیا اس لیے انہی کی اصطلاح کے مطابق ہمارے مضمون میں یہ لفظ بار بار آئے گا۔

بنیاد پرست ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اپنے دین میں مضبوط اور دینی عقائد و اعمال میں پختہ ہیں جن لوگوں نے یہ لفظ ایجاد کیا ہے ان کا مقصد صرف اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی ہے لیکن لفظ ایسا وضع کیا ہے کہ بظاہر تمام اہل مذاہب کو شامل ہے، یہ ان لوگوں کی فریب کاری ہے۔

اوّل تو یہ دیکھنا ہے کہ دنیا میں جو مذاہب ہیں ان میں عقائد اور اعمال کیا ہیں، غور کیا جائے تو اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں چند توہمات اور تخیلات اور چند اعمال کے سوا کوئی چیز نہیں ہے دنیا کے مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جس کے عقائد کھرے کھرے ہیں، اس کے اعمال بھی انسانیت کو شرف بخشنے والے ہیں اور اخلاق بھی انسانی اقدار کو بلند کرنے والے ہیں۔

اسلام اللہ کی توحید سکھاتا ہے اور شرک سے اور خالق کائنات کی ہر طرح کی نافرمانی سے اور بے حیائیوں سے بد اخلاقیوں سے، بندوں کے حقوق مارنے سے اور ہر انسانیت سوز حرکت سے منع کرتا ہے، تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر اور اللہ کی تمام کتابوں پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے اور اسلام کا یہ دعویٰ ہے جس میں کوئی پوشیدگی نہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں اور قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے یہ اعلان ڈنکے کی چوٹ ہے بانگ دہل ہے پوری دنیا یہ جانتی ہے کہ اسلام ہی ایک جامع، کامل اور مکمل دین ہے۔ جس میں صرف عبادات ہی نہیں ہیں سیاست، معیشت، معاشرت، خلافت، حکومت، اقتصادیات حدود و قصاص اور انسانی زندگی کے ہر شعبے کے تمام احکام موجود ہیں۔

اسلام میں فرائض ہیں واجبات ہیں سنن ہیں مستحبات ہیں حلال اور حرام کی تفصیلات ہیں کھانے پینے پہننے اور رہنے سہنے حتیٰ کہ پاخانہ اور پیشاب کرنے کے احکام بھی موجود ہیں، نہ ہر چیز کھانے کی اجازت ہے

نہ ہر کپڑا پہننے کی اجازت ہے نہ ہر جگہ نگاہ ڈالنے کی اجازت ہے نہ ہر عورت سے نکاح کرنے کی اجازت ہے
ان سب باتوں سے معلوم ہوگیا کہ اسلام کے سوا کسی دوسرے مذہب کے لوگ بنیاد پرست نہیں ہو سکتے ان کے پاس ہے ہی کیا جس پر پختہ ہوں، ان کا دین تو پارلیمنٹ اور اسمبلی کے تابع ہے جو وہاں سے پاس ہوتا ہے اسے اپنا لیتے ہیں اب دشمنان اسلام یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں جو (پختہ مسلمان) ہیں وہ ختم ہوجائیں اور جو لوگ نام کے مسلمان ہیں اسلام کے عقائد اور اعمال سے واقف نہیں جن کی ڈاڑھیاں منڈی ہوئی ہوں نمازوں کا اہتمام نہ کرتے ہوں بلکہ نماز کو بالکل چھوڑ رکھا ہو چست پتلون ان کا لباس ہو ہندوؤں میں ہندو بن جائیں اور نصاریٰ میں جائیں تو ان کے جیسے کام اور ان کے جیسی باتیں کرنے لگیں ان لوگوں سے سب تو بہن خوش ہیں۔ انہیں نہ اپنے دین کا پتہ ہے جو اس کے دعویدار ہیں اور نہ انہیں دین پر چلنے کا ارادہ ہے دشمنوں کے نزدیک یہ وہ لوگ ہیں جو بنیاد پرست نہیں ہیں۔

نصاریٰ اپنا دین تو کھو چکے ہیں تین خداؤں کے عقیدہ نے انہیں توحید سے محروم کردیا، کفارہ کے عقیدہ نے انہیں ہر گناہ پر آمادہ کردیا، انسانیت شرم وحیاء، عفت وعصمت کا خون کردیا، نفس ونظر کے بندے ہوگئے زنا کاری کو انہوں نے عام کرلیا مردوں سے مردوں کے نکاح ہونے لگے غیر فطری عمل ان کا ذوق بن گیا ان کی حکومتوں نے اسے جائز قرار دے دیا ننگوں کے کلب ہیں ننگے ناچ ہیں جو کوئی نام نہاد مسلمان اپنے مذہب کی پابندیوں کو پس پشت ڈال دے اور ان کے طریقوں کو اپنالے وہ ان کو پسند ہے اس لیے وہ بنیاد پرست نہیں اور جو مسلمان اپنے دین میں مضبوط ہیں تقویٰ اختیار کرتے ہیں اسلام کے مطابق اپنی صورت رکھتے ہیں شرعی لباس پہنتے ہیں حرام چیزیں فروخت کرنے سے بچتے ہیں، سود نہیں لیتے اور مسلمانوں کو سود لینے اور سود دینے سے منع کرتے ہیں جوئے کے کاروبار سے روکتے ہیں نماز کے اوقات میں اذانیں دیتے ہیں جماعت سے نمازیں پڑھتے ہیں، فواحش اور منکرات سے روکتے ہیں، عورتوں کو پردہ کی تاکید کرتے ہیں، دینی مدارس جاری کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث پڑھاتے ہیں شرعی احکام ومسائل سکھاتے ہیں حرام چیزوں کے کھانے سے روکتے ہیں جس گائے، بکری، مرغی وغیرہ پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو یا غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو اس کے کھانے سے روکتے ہیں ایسے لوگ دشمنوں کو کھٹکتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ لوگ دنیا سے ختم ہوجائیں ان کا نام بنیاد پرست رکھا ہے اگر یہ لوگ نہ رہیں گے تو ایمان واسلام اور شرعی احکام کچھ بھی نہ رہیں گے اور جاہل لوگ باآسانی دشمنوں کے پھندے میں پھنس جائیں گے، دشمن بہت دور کی کوڑی اٹھا کر لاتے ہیں اور ہمارے اصحاب اقتدار وزراء اور حکام کو یہ سمجھایا ہے کہ سارا جھگڑا بنیاد پرستی کی وجہ سے ہے اصحاب اقتدار پوری طرح اسلام کو پڑھتے ہیں نہ دشمنوں کی چالوں کو پہچانتے ہیں۔ دشمن نے کہا اسی کو مان لیتے ہیں اور اسی کے مطابق باتیں کرنے لگتے ہیں اس میں جہاں ان کی جہالت ہوتی ہے

وہاں یہ خوف بھی سوار ہوتا ہے کہ اگر ہم نے دشمن کی ہاں میں ہاں نہ ملائی تو ہمارا اقتدار ختم ہو جائے اور ایڈ ملنی بند ہو جائے گی، بعض اہل اقتدار کہہ چکے ہیں کہ ہم بنیاد پرستوں کی بنیادیں ختم کر دیں گے انہیں یہ پتہ نہیں کہ اس سے پہلے خود ہی ختم ہو جائیں گے بنیاد پرستی کی اصطلاح تو اب نکلی ہے اور یہ نعرہ اسی دور میں لگایا گیا ہے بغیر اس اصطلاح اور بغیر اس نعرہ کے وہ اصحاب اقتدار جو دین سے بے بہرہ تھے علماء صلحاء، مدارس اور خانقاہوں کے خلاف مہم چلا چکے ہیں لیکن علماء اور ان کے مدارس اور حق اور حقیقت پر جمنے والے اسلامی اعمال کو اپنانے والے اب تک موجود ہیں اور موجود رہیں گے جن لوگوں نے ان کے خلاف مہم چلائی ان میں بعض مقتول ہوئے بعض معزول ہوئے بعض الیکشنوں میں ہارے بعض ملک سے دفع ہوئے۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سچ ہے کہ دین پر چلنے والے دین کو پھیلانے والے اس کے اعمال اور اخلاق کو اپنانے والے ملحدوں اور زندیقوں اور فتنہ گروں سے مقابلہ کرنے والے اہل شر کی سرکوبی کرنے والے ہمیشہ رہیں گے اور ایک دوسرے کے بعد آتے رہیں گے۔ لیجئے سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے الفاظ سن لیجئے، آپؐ نے فرمایا۔ لا یزال من امتی امۃ قائمۃ بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم حتی یاتی امر اللہ وھم علیٰ ذالک (متفق علیہ)

ترجمہ: میری امت میں سے ایک جماعت برابر اللہ کے دین پر قائم رہے گی جو شخص ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گا اور جو شخص ان کی مخالفت کرے گا انہیں ضرر نہ پہنچا سکے گا موت آنے تک برابر وہ اسی پر قائم رہیں گے۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد اور سنئے ارشاد فرمایا۔

انہ سیکون فی آخر ھذہ الامۃ قوم لھم مثل اجر اولھم یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقاتلون اہل الفتن (رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ)

(ترجمہ): بلاشبہ اس امت کے آخر میں ایسے لوگ ہوں گے جنہیں وہی ثواب ملے گا جو امت کے پہلے لوگوں کو ملا، یہ لوگ بھلائیوں کا حکم کریں گے اور برائیوں سے روکیں گے اور جو لوگ فتنے والے ہوں گے ان سے قتال کریں گے۔

الحمد للہ! ایسے حضرات موجود ہیں جو اس حدیث کا مصداق ہیں اسلام کے بہت سے دعویدار جنہیں فتنے اور فتنہ محبوب ہیں وہ ان اہل حق کو دہشت گرد کہتے ہیں جن لوگوں کی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف فرمائی اگر اہل دنیا ان کی برائی کریں تو انہیں اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ دشمن خوف زدہ ہیں فرانس میں اسلام پھیل رہا ہے یورپ میں چرچ بک رہے ہیں ان کی جگہ مسجدیں بن رہی ہیں، اذانوں کی گونج ہے، نماز کی پکار ہے، نئی نسل کے نوجوانوں دین نصرانیت سے بیزار ہو رہے ہیں، پادری زنا کاری کیسوں میں پکڑے جا رہے ہیں ادھر مسلمانوں میں

بیداری آرہی ہے، جہاد کے چرچے ہیں اور پختہ مسلمان ہی جہاد کی بات، اٹھاتے ہیں اور اس کے فضائل بیان کرتے ہیں ان تمام وجوہ سے دشمنان اسلام لرزہ براندام ہیں اور پختہ مسلمانوں کا نام بنیاد پرست رکھ کر مسلمان ملکوں کے سربراہوں ہی کو آلہ کار بنا کر ان کو مٹانا چاہتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ یہ لوگ مٹنے والے نہیں ہیں۔ یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولوکرہ الکافرون۔

یہود و نصاریٰ نے کب اسلام کی مخالفت اور دشمنی میں کمی کی ہے جو آج کمی کر دیں گے جو لوگ ان کی شہ پر کام کرتے ہیں ان پر افسوس ہے کہ اسلام کے دعویدار بھی ہیں اور اسلام دشمن تحریکوں کے آلہ کار بھی بنے ہوئے ہیں ہر شخص سمجھ لے کہ دنیا آنی جانی ہے فانی ہے، نہ زندگی بھروسہ ہے نہ تخت و تاج کا نہ اقتدار کی کرسی کا نہ وزارت کا سب کو مرنا ہے اور قیامت کو جی اٹھنا ہے اور اپنے اپنے اعمال کی جزا پانا ہے اگر اسلام پر مرنا ہے اور آخرت میں ذلت اور عذاب سے بچنا ہے تو دشمنان اسلام کی ہمنوائی کیوں ہو رہی ہے؟ ان فی ذالک لذکری، لمن کان لہ قلب اوالقی السمع وھو شھید۔

بقیہ نظام ٹیکسیشن از صفحہ ۶۴

عوام کے خون پسینے کی کمائی سے جاتی ہے۔ ٹیکسوں کی رقوم کو اڑانے والے خود ٹیکس نادھندگان ہیں۔ اُن کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ٹیکس اگر داخل کیا تو رقم کہاں لگے گی۔

تجاویز

ٹیکس چونکہ مفاد عامہ کے لیے صرف مالداروں پر بقدر ضرورت بوقت ضرورت عائد ہوتا ہے اس لیے ایسا نظام وضع ہونا چاہیئے کہ غریب عوام پر اس کا بوجھ نہ پڑے۔ زکوٰۃ کا صحیح نظام قائم کر کے اسراف اور عیاشی ختم کی جائے تاکہ ٹیکس کی ضرورت کم پڑے۔ بالواسطہ ٹیکسوں کو ختم کر کے مالداروں کو اچھی طرح سمجھا کر اُن سے برضا و رغبت سالانہ ٹیکس وصول کیا جائے۔ کسی شخص کی دولت معلوم کرنا مشکل کام نہیں۔ اگر اس نظام کو ظلم و زیادتی سے پاک کر دیا گیا تو مالدار لوگ بخوشی ٹیکس ادا کریں گے۔

ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی
شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

الاختیار

اسلام کے سیاسی نظام کی ایک فراموش کردہ اصلاح پر ایک نظر

اصطلاحات خواہ کسی بھی نظام زندگی یا فلسفہ حیات سے متعلق ہوں اس اعتبار سے اہم ہوتی ہیں کہ ان کے پس منظر میں ایک فلسفہ اور ایک تاریخ ہوتی ہے جو ان اصطلاحات کا لازمہ ہوتی ہے۔ ان اصطلاحات کو اس تاریخی پس منظر اور فلسفہ کی روشنی ہی میں سمجھا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی نظام زندگی کی معروف اصطلاحات کو نہ ترک کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کی جگہ متبادل الفاظ و کلمات کو استعمال کیا جا سکتا ہے مثلاً "ایمان" دینی ادب میں ایک اصطلاح ہے، اس کا اپنا ایک مفہوم ہے۔ اسلامی تاریخ میں مسلمان علماء اور متکلمین نے ہمیشہ اس مفہوم کی وضاحت خاص انداز میں تفصیل کے ساتھ کی ہے۔ انہوں نے قرآن و سنت کی روشنی میں اور اسلامی تاریخ و تمدن کے سیاق و سباق میں اس کے مفہوم پر بحث کی ہے۔ اس اصطلاح کا اپنا ایک فلسفہ ہے جو تعلیمات وحی اور عہد رسالت مآب کی عملی زندگی کی روشنی میں ممکن ہوتا ہے، اب کوئی دوسرا لفظ یا ترجمہ اس مفہوم کو ادا کرنے سے قاصر ہے۔ اس لیے کہ اس دوسرے لفظ کے پیچھے نہ وہ تاریخ ہے اور نہ وہ فلسفہ ہے۔ اس طرح ہمارے سیاسی ادب میں "خلافت" ایک اصطلاح ہے۔ اس کے پس منظر میں امت مسلمہ کے سنہری دور کی تاریخ ہے۔ خلافت کے موضوع پر فقہاء نے بھی بحث کی ہے اور متکلمین نے بھی۔ انہوں نے قرآن و سنت اور ملت اسلامیہ کی اجتماعی اور سیاسی تاریخ کی روشنی میں اس کے مفہوم کی وضاحت کی ہے۔ چنانچہ یہ وہ ادارہ ہے جو بحیثیت نیابت رسول حقوق اللہ اور حقوق العباد کی نگرانی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ اس لفظ میں ہماری سیاسی تاریخ پنہاں ہے اور ہمارے اجتماعی نظم کا سارا فلسفہ اس میں مضمر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ کے سیاسی و اجتماعی نظم کی وضاحت کے لیے اس لفظ کا کوئی مترادف نہیں ہے اور نہ ہی کسی دوسرے لفظ میں اتنی جامعیت ہو سکتی ہے۔

مروجہ اصطلاحات مثلاً "اسلامی جمہوریت" "اسلامی سوشلزم" وغیرہ ہرگز خلافت کا متبادل نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے کہ جمہوریت کی تاریخ اور فلسفہ سب کچھ مختلف ہے اس کے پیچھے جو فلسفہ ہے اسے الگ نہیں کیا جا سکتا

اور نہ ہی اس تاریخ کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے جس میں جمہوریت کا ارتقاء ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ جب جمہوریت کا تذکرہ کیا جائے تو مغرب کی لادینی تحریکوں کی تاریخ ضرور ذہن میں آتی ہے یا بطور نمونہ کے کوئی تصور ابھرتا ہے تو وہ ویسٹ منسٹر کا یا ایسے ہی کسی لادینی مغربی ملک کا تصور ہوتا ہے۔ اس کے برعکس خلافت و امامت کی بات کی جائے تو امتِ مسلمہ کی درخشاں تاریخ ذہنوں میں تازہ ہو جاتی ہے۔ مثالی نمونہ کے لیے مدینہ منورہ کی اسلامی مملکت کا تصور ابھرتا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس سے امت کو تاریخی اور جذباتی لگاؤ بھی ہے

ایمان، اسلام، احسان، خلافت و امامت، اجتہاد، اجماع اور شوریٰ ایسی اصطلاحات ہیں جن کا ہماری تہذیب و ثقافت، ہماری روایات اور ہمارے تمدن سے گہرا تعلق ہے اسلامی تہذیب کی تشکیل و تعمیر میں ان کا بہت اہم اور موثر کردار رہا ہے۔ امت مسلمہ کا تشخص اور شناخت بھی اسی تہذیب و تمدن سے وابستگی پر موقوف ہے ان سے انحراف کرنا یا انہیں چھوڑ کر اغیار سے نئی اصطلاحات مستعار لینا دراصل اپنی تہذیب سے قطع تعلق کرنا ہے جو کسی قوم کے لیے موت کا درجہ رکھتی ہے۔ ہمارے مستقبل کی جڑیں ہمارے ماضی سے پیوستہ ہیں ہم اپنے تہذیبی ورثہ کی جڑیں کاٹ کر درخشاں مستقبل کی تعمیر نہیں کر سکتے۔

اس مقالے میں ہم ایک ایسی اصطلاح پر گفتگو کریں گے، جو ہمارے فقہاء نے اسلام کے سیاسی نظام میں استعمال کی ہے لیکن اب متروک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جدید دور میں ہمارا رجحان لادینی (SEEALAR) اصطلاحات کے استعمال کی طرف بڑھ رہا ہے، اس کے نتائج و اثرات سے بے نیاز ہو کر انہیں عام رواج دیا جا رہا ہے۔

اسلام کے سیاسی نظام میں خلیفہ کے انتخاب کے لیے "الاختیار" بطور اصطلاح استعمال ہوتا رہا ہے۔ لغت میں اس کے معنی ہیں چننا، منتخب کرنا یا ترجیح دینا، لیکن الماوردی اور ابو یعلی حنبلی وغیرہ نے اسے اصطلاحاً سربراہ مملکت یا خلیفہ کے انتخاب کے لیے استعمال کیا ہے۔ اس اصطلاح کی اہمیت کے پیش نظر اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اس لفظ کا تفصیل کے ساتھ جائزہ لیا جائے اور قرآن و سنت اور اسلامی تاریخ کی روشنی میں اس پر بحث کی جائے اور دیکھا جائے کہ اسلامی نظم مملکت میں اختیار کا کیا مفہوم ہو سکتا ہے۔

"اختیار" کا اصل مادہ خیر ہے جس کے معنی ہیں بھلائی، نیکی، ہر وہ چیز جس میں مصلحت و منفعت ہو اس کی ضد شر ہے۔ صاحب جود و سخی فرد کو کہا جاتا ہے کہ اس میں خیر کا عنصر موجود ہوتا ہے اس کی جمع خیار ہے۔

قرآن حکیم اور احادیث نبوی میں لفظ خیر مختلف صیغوں کے ساتھ استعمال ہوا ہے ان آیات قرآنی اور احادیث نبوی میں کہیں ایمان و عقائد کو خیر کہا گیا ہے تو کہیں عمل صالح کو خیر بتایا گیا ہے کبھی اخلاق اعمال کو بطور خیر ذکر کیا گیا ہے تو کہیں اطاعت رسول کو خیر کا درجہ دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ علم و حکمت

اور تطہیر اعمال کو بھی خیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مثلاً قرآن کریم انسانوں کو دعوت دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق و صداقت کا جو پیغام لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لائیں پھر قرآن کریم اس قبول ایمان کو خیر بتاتا ہے۔

یا ایها الناس قد جاءکم الحق من ربکم فامنوا خیراً لکم " (النساء ۴-۱۷۰)

اے لوگو اللہ کے رسول تمہارے رب کی جانب سے حق لے کر آئے ہیں۔ لہٰذا تم ایمان لے آؤ یہی تمہارے لیے "خیر" ہے۔

ایک اور جگہ آخرت پر ایمان اور اس کے لیے تیاری کو بھی خیر کہا گیا ہے۔ اس لیے کہ آخرت کی یاد تزکیہ نفس کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

قد افلح من تزکّیٰ وذکر اسم ربّه فصلّیٰ، بل تؤثرون الحیٰوۃ الدّنیا والاٰخرۃ خیرٌ وابقیٰ (الاعلیٰ ۸۷- ۱۴-۱۷)

کامیاب ہوا وہ جس نے اپنے آپ کو پاک صاف کیا اور اپنے رب کا نام یاد کیا اور نماز پڑھی۔ مگر تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہتر اور پائیدار ہے۔ سورۂ تغابن میں اہل ایمان کی کئی نمایاں صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا، رسول علیہ السلام کے پیغام کو غور سے سننا اور اس پر عمل کرنا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا وغیرہ، ان کو ذکر کرکے قرآن کہتا ہے کہ یہ سب تمہارے لیے خیر ہے۔

فاتّقوا اللّٰه ما استطعتم واسمعوا واطیعوا وانفقوا خیراً لانفسکم (التغابن ۶۴-۱۶)

سو جہاں تک ہو سکے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اس کے احکام کو سنو اور اطاعت کرو اور اس کی راہ میں خرچ کرو یہی تمہارے حق میں بہتر (خیر) ہے۔

انفاق کا اصل مقصد تو اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہوتا ہے لیکن انفاق کی برکتوں کے نتیجہ میں معاشرہ اور فرد دونوں کی فلاح و بہبود کا کام آگے بڑھتا ہے اس لیے فرد اور معاشرہ دونوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرتے رہنا بھی خیر ہے۔ بلکہ قرآن حکیم نے تو اس مال کو بھی جو حلال و جائز طریقہ سے کمایا گیا ہو، اور پھر اس میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جائے خیر کہا ہے۔

یسئلونک ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیرٍ فللوالدین والاقربین والیتٰمیٰ والمساکین وابن السبیل وما تفعلوا من خیرٍ فانّ اللّٰه به علیمٌ (البقرہ ۲ : ۲۱۵)

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، فرما دیجیے کہ تم جو کچھ اپنے پاکیزہ مال میں خرچ کرو وہ اپنے والدین، اقارب و رشتہ دار، یتیموں، مساکین اور مسافروں کی خیر خواہی کے لیے خرچ کرو، اور تم جو بھی خیر کا کام کرو گے اللہ تعالیٰ یقیناً اس سے باخبر ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (البقرہ ۲، ۲۱۹)

لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ فرما دیجیے کہ جو تمھاری ضرورت سے زیادہ ہو اسے خرچ کریں۔

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (البقرہ ۲)

"اور تم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے خرچ کرتے ہو اور جو پاکیزہ مال (خیر) تم خرچ کرتے ہو تمھیں اس کا پورا پورا اجر دیا جائے گا۔ اور بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا۔ انفاق فی سبیل اللہ کی بے شمار صورتیں ہیں بہت سے طریقے ہیں یہ جس صورت میں بھی ہو خیر ہے۔

اعمال صالحہ خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو یا اخلاقیات سے وہ خیر ہی کے زمرے میں آتے ہیں مثلاً اس آیت مبارکہ کو دیکھیے۔

واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ (البقرہ ۲-۱۱۰)

نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور جو بھی اچھا عمل آخرت کے لیے کروگے اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں ضرور پاؤگے۔" یا مثلاً۔

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرہ ۲-۱۸۴)

"روزے رکھو کہ یہ تمھارے لیے بہتر (خیر) ہے اگر تم سمجھو تو۔"

سورہ بقرہ میں مشہور آیاتِ بِر میں اہل ایمان کی بہت سی اہم صفات کا ذکر ہے مثلاً اللہ تعالیٰ پر ایمان، یوم آخرت پر ایمان، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان، اپنا اچھا اور پسندیدہ مال اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے اقارب، یتیموں، مساکین، مسافر، ضرورتمندوں اور قیدیوں پر خرچ کرنا، نظام صلوٰۃ قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، ایفائے عہد کرنا، شدت و تکالیف اور معرکہ کارزار میں صبر واستقامت پر قائم رہنا، یہ سب تقویٰ کے مظاہر ہیں اور تقویٰ کو قرآن کریم نے خیر کہا ہے۔ "وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى" (البقرہ ۲-۱۹۷) زاد راہ لے لو، اور جان لو کہ تقویٰ بہترین زاد راہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ تمام خیر ہی کی مختلف صورتیں ہیں۔

اچھے معاشرے کی یہ علامت ہے کہ وہاں لوگ برائی سے اجتناب کرتے ہوں اور اگر غلطی سرزد ہو جائے تو احساس ندامت و شرمندگی محسوس کریں اور پھر اس احساس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کریں تو یہ عمل بھی خیر ہے۔

وَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ (التوبہ ۹-۷۴)

اگر لوگ توبہ کریں تو یہ ان کے حق میں خیر ہوگا۔

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ (الاعراف ۷-۲۶)

"اور تقویٰ کا لباس سب سے بہتر ہے"

حکمت کا لفظ بہت جامع ہے جو قرآن حکیم میں متعدد جگہ آیا ہے حکمت وہ بصیرت و دانائی ہے جو اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام اور خاص لوگوں کو عطا فرماتا ہے۔ ایمان و یقین بھی حکمت میں شامل ہیں۔ دین کی بصیرت، علم و تفقہ اور قول و عمل کی سچائی بھی حکمت ہے، اشیاء کی حقیقت کا ادراک اعمال صالحہ اور اخلاقی اقدار کی پاسداری بھی حکمت کے زمرے میں آتی ہے۔ عدل و انصاف کرنا اور عقل و دانائی سے کام لینا بھی حکمت ہی کا حصہ ہے۔ پھر ان سب کا مجموعہ قرآن کریم کی اصلاح میں خیر کثیر ہے

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (البقرہ ۲-۲۶۹)

جس کو حکمت و دانائی مل گئی اسے خیر کثیر مل گیا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ معاشرہ جو صحیح عقائد پر قائم ہو، جس میں دین کا فہم موجود ہو، قلوب بصیرت سے منور ہوں، عملی زندگی میں اخلاقی اقدار اجاگر ہوں، انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے سعی اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کا عمل جاری ہو، اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی نعمت حاصل ہے۔ ایسے ہی معاشرہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں اور یہی معاشرہ خیر کثیر کا حامل ہے۔ [۱]

یہ خیر جب کسی فرد یا معاشرہ کو حاصل ہو تو اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس خیر کو اپنے تک ہی محدود نہ رکھے بلکہ اس میں دوسروں کو بھی شریک کرے۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ خیر کی دعوت دنیا بھر کے لوگوں کو پہنچائے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران ۳-۱۰۴)

"اور چاہیے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو لوگوں کو خیر کی دعوت دے معروف کا حکم کرے اور منکر سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

اس آیت مبارکہ میں امت مسلمہ کو اپنی ذات کی تکمیل کے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھی تکمیل کا حکم دیا گیا ہے ساری انسانیت کی فلاح و نجات اور ان کو راہ ہدایت دکھانے اور پیغام الٰہی کو پہنچانے

---

[۱] خیر کثیر کو مزید سمجھنے کے لیے شاہ ولی اللہؒ کا رسالہ "الخیر الکثیر" دیکھئے۔

کی ذمہ داری امت مسلمہ پر عائد ہوتی ہے۔ دوسروں تک علم و عرفان کی روشنی پہنچانا، اچھائی اور نیکی کو معاشرہ میں قائم کرنا اور برائیوں کی بیخ کنی کرنا امت کا فرض ہے، گویا خود ہدایت یافتہ ہونا کافی نہیں بلکہ دوسروں کی ہدایت اور ان کی فلاح و سعادت کے لیے جدوجہد بھی ضروری ہے۔ اس فریضہ کو وہی لوگ بہتر طور پر انجام دے سکتے ہیں جن کی اپنی زندگیوں میں معروف غالب اور منکر مغلوب ہو۔ یا جنہیں حکمت اور خیر کثیر حاصل ہو، قرآن و سنت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ خیر کے قیام اور شر کی روک تھام کے لیے مسلسل جہاد کی ضرورت ہے۔

آل عمران کی مذکورہ آیت مبارکہ سے ہم یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ اہل ایمان جب تزکیہ نفس اور تطہیر اعمال کر لیتے ہیں، علم و عمل سے آراستہ ہو چکے ہیں اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کے حامل ہو جاتے ہیں۔ تو اپنی زندگی کی تکمیل کر لیتے ہیں، پھر ان پر یہ فریضہ عائد ہو جاتا ہے کہ دوسروں کی ہدایت اور ان کی زندگی کی تکمیل کا فریضہ بھی انجام دیں، اس لیے کہ اب ان میں یہ صلاحیت اور استطاعت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ اس خیر کو دوسروں تک منتقل کر سکیں، اس لیے کہ تزکیہ نفس کے بعد وہ لوگ مکمل نظم و ضبط، انتہائی ایثار و اخلاص، کمال درجہ صبر و استقامت اور پورے احساس امانت کے ساتھ جدوجہد کرتے ہیں یہ جدوجہد بہت مؤثر ہوتی ہے اہل ایمان کی یہی جدوجہد دعوت الی اللہ یا دعوت الی الخیر کہلاتی ہے۔ قاضی بیضاوی نے اس آیت مبارکہ میں دعوت الی الخیر کا مفہوم یہ بتایا ہے "یہم الدعا الی ما فیہ صلاح دینی اور دنیوی" اس سے مراد ان تمام چیزوں کی طرف دعوت دینا ہے جن میں دین و دنیا کی اصلاح مقصود ہو۔ یہ دعوت کل خیر کی طرف ہوتی ہے جس میں دین کا ہر شعبہ داخل ہے، عقائد بھی عبادات بھی اخلاق بھی معاملات بھی، انفرادی امور بھی اور اجتماعی امور بھی۔ انبیاء علیہم السلام پر وحی اس لیے نازل ہوتی ہے کہ وہ فعل الخیرات کا فریضہ انجام دیں۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ (الانبیاء ۲۱-۷۳)

ہم نے ان پر وحی نازل کی بھلائی کے کام کرنے کے لیے۔

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

تحقیق و تنقید

اسفار و غزوات نبوی میں ازواج مطہرات کی رفاقت

سیرتِ نبوی کا ایک اہم باب اور دلآویز مرقع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسفار بابرکات کا مطالعہ ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدنی دورِ حیات میں تبلیغی، مذہبی اور فوجی اغراض و مقاصد سے بہت سے اسفار کیے جن کو عام طور سے اصطلاحی معنوں میں "غزوات" کہا جاتا ہے۔ کم فہمی اور لاعلمی کے سبب ان غزواتِ نبوی کو محض "فوجی مہمات" ہی سمجھ لیا گیا ہے اور ان میں خالص دینی اور مذہبی سفروں کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ جیسے عمرۂ حدیبیہ، عمرۃ القضاء اور حج ابوبکر صدیق اور حجۃ الوداع بھی ہماری کتبِ سیرت میں خاص کر قدیم مصادر اور اصلی مآخذ میں بطور غزوات ہی بار پائے اور شمار کیے جاتے ہیں۔ البتہ جدید مطالعات میں سے بعض کے اس شرف کا اعتراف کرنا چاہیے کہ ان میں "غزوات و سرایا" کی مقصدی نوعیت کا کسی حد تک تجزیہ ضرور کیا گیا ہے، اگرچہ ابھی کامل تجزیہ و تحلیل کا موقع باقی ہے۔[۱]

ان ہی اصطلاحی غزواتِ نبوی یا اسفارِ نبوی کا ایک خوبصورت پہلو اور دلنشیں زاویہ یہ ہے کہ ان میں سے متعدد مواقع پر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی شریکِ سعادت اور سہیم مصاحبت ہوئیں اور بعض مواقع پر دوسری صحابیات نے بطور "مجاہدات" شرکت و معیت کا شرف پایا اور خاص مواقع یا بحرانی صورتوں میں انہوں نے اپنی موجودگی اور حاضری سے مجاہدین اور ان کے قائدِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں پر پھاہا رکھا اور مرہم ہمدردی و دوائے تسلی کا نسخۂ شفا استعمال کیا۔ اصلی مصادر و مآخذ اور ثانوی کتب سیرت و سوانح میں ان تمام حسین و جمیل پہلوؤں کی طرف اشارے یا بعض حالات میں تفصیلات ضرور دستیاب ہیں۔[۲] لیکن ان کو یکجا کر کے سیرتِ طیبہ کے اس محبت آگیں سنت کا مطالعہ نہیں کیا گیا۔ اس مختصر مقالہ کا اصل ہدفِ تحریر یہ ہے کہ اسفارِ نبوی میں ازواجِ مطہرات کی شرکت کی تفصیلات کو جمع کر کے اس باب سیرت کو مکمل کیا جائے۔

ابھی تک غزوۂ بدر میں ازواجِ مطہرات کی شرکت و شمولیت کی کوئی روایت نہیں مل سکی ہے اور نہ غزوۂ بدر سے قبل کے تمام غزوات۔ الابواء، بواط، بدر اولیٰ۔

ذوالعشیرہ ــــ میں بھی جن کو اصطلاحاً اولین مہمات کا نام دیا جاتا ہے ان کی شرکت کا کوئی

ثبوت یا قرینہ ہاتھ آیا ہے ۔ بعض شاذ روایات میں ابتدائی غزوات کی تعداد چار سے زیادہ تھی ؀ ۔ بہر حال پہلا غزوہ جس میں امہات المومنین اور بعض دوسری صحابیات کی شرکت کا ثبوت ملا ہے وہ غزوہ احد ہے اور وہ بھی اصل غزوہ میں نہیں بلکہ مسلمانوں کی شکست اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر پھیلنے کی بحرانی حالت کی صورت میں ۔

واقدی اور دوسرے سیرت نگاروں کے مطابق اس ہولناک خبر کے سننے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صحابیات کی ایک جماعت (نسوۃ) کے ساتھ خبر کی اصلیت کا پتہ لگانے نکلیں اور وہ جب حرہ کے کنارے پر پہونچیں جو بنو حارثہ کی طرف سے وادی کے راستے پر تھا تو ان کی ملاقات حضرت ہند بنت عمرو بن حرام سے ہوئی جو ایک اونٹ پر اپنے شوہر حضرت عمرو بن الجموح اور فرزند خلاد بن عمرو اور اپنے بھائی حضرت ابو جابر عبد اللہ بن عمرو بن حرام کی نعشیں لے جا رہی تھیں ۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر و عافیت اور مسلمانوں کی شہادت کا علم ہوا ؀ کچھ آگے چل کر حضرت عائشہ رضؓ اور ان کی ساتھی مجاہدات کی ملاقات حضرت السمیراء بنت قیس (بنو دینار) سے ہوئی جن کے دو فرزندوں حضرات النعمان بن عبد عمرو اور سلیم بن حارث کی شہادت پر تعزیت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت دریافت کی ؀ اس طرح وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچیں اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کی تدفین کرنے کے بعد جناب الٰہی میں دعائے مغفرت و عافیت کی تو آپ کے ساتھ چودہ عورتیں موجود تھیں ۔ جنھوں نے مردوں کی صف کے پیچھے صف بنا کر دعا میں شرکت کی ان خواتین اسلام میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگر گوشہ بتول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں جنھوں نے میدان احد پہنچ کر اپنے والد گرامی قدر کے زخمی چہرے اور شکستہ بدن سے لپٹ کر تسلی و تشفی دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کا علاج و مداوا کیا ؀ ان کے اپنے اپنے زخم تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر و عافیت دیکھ کر ہر مصیبت ہلکی اور قابل برداشت بن گئی تھی کہ "اصل حیات" محفوظ و مامون تھی ؀

غزوۂ بنی المصطلق یا مریسیع پہلا غزوہ ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی باقاعدہ شرکت کا پتہ چلتا ہے ۔ واقعۂ افک کے حوالہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ صریح بیان ملتا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں میں قرعہ ڈالتے تھے جس کے نام کا قرعہ نکلتا اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لے جاتے ۔ جنگ بنو مصطلق کو جاتے وقت جب قرعہ ڈالا گیا تو حضرت عائشہ صدیقہ کا نام نکلا اور وہ آپ کے ساتھ اس غزوہ میں روانہ ہوئیں اور پورے غزوہ میں شریک رہیں اور مدینہ منورہ کی طرف واپسی کے دوران وہ واقعۂ افک پیش آیا

جس کا ہدف حضرت عائشہ صدیقہ کی ذات بابرکات تھی لیکن ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات مبارکہ کے ذریعہ اس الزام سے بری کردیا اور ان کی عفت و عصمت اور پاکیزگی و طہارت کی وہ گواہی دی جس کو تمام مسلمان تا قیام قیامت اپنی اپنی زبانوں سے دہراتے اور حضرت عائشہ کی طہارت کی تصدیق و تقدیس کرتے رہیں گے۔ احادیث میں صرف حضرت عائشہ صدیقہ کی شرکت غزوہ اور سفر نبوی میں معیت نبوی کی سعادت حاصل کرنے کا ذکر لیکن اصحاب سیرت و سوانح نے خاص کر واقدی نے ایک دوسری زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہ کی شرکت سفر کا ذکر کیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مریسیع کے چشمہ پر پہنچے تو آپ کے لیے چمڑے کا خیمہ لگایا گیا اور آپ کے ساتھ آپ کی ازواج طاہرات میں حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ تھیں۔ واقعۂ افک کے بیان واقدی میں اس کا اضافہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے تھے کہ سفر یا حضر میں حضرت عائشہ رضؓ آپ سے جدا نہ ہوں، لہٰذا مریسیع کے غزوہ کا ارادہ جب آپؐ نے فرمایا تو ہمارے درمیان قرعہ اندازی کی اور اس میں میرا اور حضرت ام سلمہ کا تیر نکلا اور ہم دونوں آپ کے ساتھ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو المصطلق کا مال اور جان بطور غنیمت عطا فرمایا اور پھر ہم واپس لوٹے واپسی پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری زوجہ مطہرہ حضرت جویریہ بنت الحارث خزاعی بھی ساتھ تھیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ کے اختتام پر ان سے نکاح کرلیا تھا اور ان کو اپنی دونوں ازواج مطہرات کے ساتھ واپس مدینہ منورہ لائے تھے۔ ان کے نکاح کا واقعہ اہل سیر نے خاصی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضرت جویریہ بہت خوبصورت اور دلآویز خاتون تھیں جو ان کو دیکھتا اس کا دل اس کے ہاتھ سے نکل جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ہی تشریف فرما تھے کہ وہ آپ سے اپنی رقم مکاتبت کے سلسلہ میں امداد حاصل کرنے آئیں اور حضرت عائشہ کو ان کی آمد ناگوار گزری کہ نسوانی حساسیت نے ان کو یقین دلادیا کہ وہ زوجۂ نبوی بن کر رہیں گی اور بالآخر ایسا ہی ہوا اور وہ ساتھ ہی مدینہ آئیں۔ [۵]

شیخین کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر کا ارادہ کیا اور آپ نے حسب معمول ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کی تو حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت حفصہ رضؓ دونوں امہات المومنین کے اسماء گرامی نکلے وہ دونوں اس سفر مبارک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم رکاب رہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر حضرت عائشہ رضؓ کے اونٹ کے قریب رہتے۔ حضرت حفصہ رضؓ نے حضرت عائشہ رضؓ سے کہا کہ آج رات تم میرے اونٹ پر اور میں تمہارے اونٹ پر سوار ہو جاؤں۔ حضرت عائشہ رضؓ راضی ہوگئیں۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضؓ کے اونٹ کے

قریب آئے تو اس پر حضرت حفصہ کو سوار پایا اور ان کو سلام کرکے ان کے ساتھ ہی چلتے رہے۔ کچھ دیر بعد مسلمانوں نے قیام کیا تو حضرت عائشہؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قریب نہ پاکر پیروں پر اذخر گھاس ڈال لی اور کہنے لگیں اے میرے رب! مجھ پر کسی بچھو یا سانپ کو مسلط کردے کہ وہ مجھے کاٹ کھائے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو کچھ کہہ نہیں سکتی کہ وہ تیرے رسول ہیں، البتہ اپنے آپ کو کوس سکتی ہوں۔[۹]

اہل سیر کا بیان ہے کہ جنگ خندق کے دوران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کے کام سے فارغ ہونے کے بعد دبر سلع کے مقام پر قیام فرمایا اور اپنے لیے ایک خیمہ چرمی لگوایا جو جبل احزاب کے زیریں حصہ کے پاس واقع مسجد اعلیٰ سے متصل تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو تو بنو حارثہ کی گڑھی میں بھیج دیا تھا مگر آپ کی تین ازواج طاہرات باری باری سے آپؐ کے ساتھ قیام فرما ہوتی تھیں۔ چند روز حضرت عائشہؓ رہتیں، پھر ان کی جگہ حضرت ام سلمہؓ لیتی تھیں اور پھر حضرت زینب بنت جحش آجاتی تھیں۔ پورے زمانۂ خندق کے دوران اسی طرح باری باری ان تینوں ازواج مطہرات کے ساتھ آپؐ قیام فرما رہے۔ اسی زمانے کا ایک واقعہ واقدی نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں اور کسی وقت آپؐ کا ساتھ نہیں چھوڑتی تھیں۔ حالانکہ وہ شدید سردی کا زمانہ تھا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ بنفس نفیس خندق کی حفاظت و نگرانی فرماتے تھے اور اپنے قبہ میں جتنی اللہ تعالیٰ توفیق فرماتا نماز پڑھا کرتے تھے۔ پھر خیمہ سے باہر گئے اور زور سے فرمایا کہ آپ کی آواز حضرت ام سلمہؓ کے کانوں تک خیمہ میں بھی پہونچی کہ یہ مشرکوں کا شہسوار دستہ خندق کا چکر لگا رہا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباد بن بشر اور ان کے محافظ دستوں کو مشرک دستے کی حرکات وسکنات سے باخبر کیا اور جب مطمئن ہو گئے تو خیمہ میں آکر سو گئے۔ حضرت ام سلمہ اس دوران جاگتی رہیں حتیٰ کہ فجر ہو گئی۔[۱۰]

حضرت ام سلمہ نے اسی قیام کے دوران اپنا دوسرا واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ میں آدھی رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبہ میں موجود تھی اور آپ استراحت فرما رہے تھے کہ آواز ہنگام آئی۔ آپ نیند سے بیدار ہو کر خیمہ سے باہر گئے اور محافظوں سے اس شور کے بارے میں گفتگو کرنے لگے جس نے آپ کو جگا دیا تھا۔ حضرت عباد کو آپ نے معلومات حاصل کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ام سلمہ بھی قبہ کے دروازے پر آکر کھڑی ہو گئیں اور ان کی باتیں سننے لگیں۔ اس رات مشرکوں نے کئی بار مسلم فوج پر حملہ کیا مگر ہر بار مار کھائی۔ حضرت ام سلمہ اس رات کی بات بعد میں بیان کرکے فرمایا کرتی تھیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئی غزوات میں شریک ہوئی جن میں جنگ اور خوف کا راج رہا لیکن ہمارے نزدیک خندق سے زیادہ اور کوئی موقعہ زیادہ تھکا دینے اور خوفزدہ کرنے والا نہیں تھا۔ حضرت ام سلمہ نے اس ضمن میں جن غزوات

میں شرکت کی تصریح کی ہے ان میں مریسیع، خیبر، حدیبیہ، فتح مکہ اور حنین کے غزوات کے نام شامل ہیں [۱]
واقدی نے حضرت ام سلمہ کا تیسرا واقعہ اسی غزوہ کا یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ام عامر بنو عبد الاشہل کی خاتون نے حیس نامی کھانا ایک بڑے پیالے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا جب آپ اپنے قبہ میں حضرت ام سلمہ کے ساتھ قیام پذیر تھے حضرت ام سلمہ نے پیٹ بھر کر کھایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پیالے کو قبہ سے باہر لے گئے اور آپ کے منادی کی آواز پر تمام موجود اہل خندق نے لبیک کہا اور اس دعوتِ نبوی سے پیٹ بھر کر مستفید ہوئے جبکہ معجزاتی طور سے پیالہ کا کھانا پورا کا پورا موجود و باقی رہا۔

غزوۂ خندق کے دورانِ قیام حضرت عائشہؓ نے اپنا ایک واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کے ایک شگاف کی طرف برابر جاتے اور اس کی حفاظت فرماتے تھے۔ جب آپ کو ٹھنڈک تکلیف پہونچانے لگتی تو واپس آجاتے اور حضرت عائشہ اپنی گود کی گرمی سے ٹھنڈک کو دور کرتیں۔ حرارت پاکر آپ پھر اسی شگاف کی طرف چلے جاتے اور اس کی نگرانی کرتے اور فرماتے کہ مجھے خدشہ ہے کہ لوگوں پر اس زاویہ سے حملہ ہو جائے۔ ایک رات آپ حضرت عائشہ کی گود کی گرمی سے رات کی سردی دور کر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! کاش آج کوئی مرد صالح میری حفاظت و نگہداشت کرتا۔ فرماتی ہیں کہ جیسے ہی میں آپ کی بات سنی ویسے ہی لوہے کے بجنے اور ہتھیاروں کے کھڑکنے کی آواز آئی۔ آپ کے استفسار پر معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص زہری درِ دولت پر حاضر ہیں۔ آپ نے ان کو اس شگاف کی حفاظت کرنے کا حکم دیا اور آرام سے سو گئے۔ حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں کہ میں اس رات اور اس کی بات کو ہمیشہ عزیز رکھتی ہوں [۳۱] بظاہر یہ واقعہ حضرت ام سلمہ کے قیام سے قبل کا معلوم ہوتا ہے اور خندق سے اپنی غیر حاضری کے دوران حضرت عائشہ نے بنو حارثہ کی گڑھی میں قیام کیا تھا اور وہاں ایک بار حضرت سعد بن معاذ کو ایک چھوٹی زرہ میں ملبوس دیکھ کر میدان جنگ کی طرف رواں دواں پایا تو ان کی والدہ ماجدہ سے کہا کاش ان کی زرہ ان کے پورے جسم کو ڈھانک لیتی مگر قضائے الٰہی کہ اسی کے سبب وہ زخمی ہو گئے اور پھر شہادت پائی [۳۲]۔ حضرت زینب بنت جحش کے قیام خندق کے مذکورہ بالا حوالہ کے سوا اور کوئی تفصیل دستیاب نہ ہو سکی۔

دوسرے غزواتِ نبوی میں حضرت ام سلمہ کی شرکتِ سعادت کا جو حوالہ اوپر گذرا ہے اس کے مطابق زوجہ محترمہ عمرۂ حدیبیہ کے سفرِ مبارک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ واقدی نے اس کی توثیق کرتے ہوئے اضافہ کیا ہے کہ اس سفرِ سعادت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار خواتین مدینہ منورہ سہیم و شریک تھیں یہ ام المومنین حضرت ام سلمہ کے علاوہ حضرت ام عمارہ، حضرت ام منیع ،

اور حضرت ام عامر (بنو عبد الاشہل)[۱۵] تھیں۔ ان صحابیاتِ عالیات نے عمرۂ حدیبیہ اور صلح حدیبیہ کے کئی واقعات بیان کیے ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت ام سلمہ یہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ میں قیام پذیر ہو گئے تو آپ کی خدمتِ اقدس میں عمرو بن سالم اور بسر بن سفیان آپ کے دو خزاعی حلیفوں نے آپ کے لیے بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کا ہدیہ بھیجا۔ آپ نے ان کو دعائے برکت دی اور اونٹوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تقسیم کیا گیا۔ حضرت ام سلمہ نے بھی ایک بکری کے گوشت سے تناول فرمایا۔ ہدیہ لے کر جو غلام آیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس کے علاقے کے حالات پوچھے تو اس نے بڑی فصیح و بلیغ زبان میں حالات سنائے جس سے آپ کو اور آپ کے صحابہ کرام کو بہت تعجب آمیز خوشی ہوئی۔ اس نے آپ کے دستِ مبارک کو حصولِ برکت کے لیے بوسہ دیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اس کو دعائے برکت دی۔ وہ اس وقت سن رشد کو پہونچ چکا تھا اور بقول راوی خلافتِ ولید بن عبد الملک کے زمانے میں اپنی وفات تک اس کو اپنی قوم میں امتیاز حاصل رہا۔[۱۶]

اسی عمرۂ حدیبیہ کے سفرِ مبارک کا ایک اور واقعہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے لکھے جانے کے بعد جب قریشی وفد کے اراکین چلے گئے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو قربانی کرنے کا حکم دیا لیکن مارے صدمہ اور غم کے کسی نے بھی حکم نبوی پر اقدام نہیں کیا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سخت غیظ و غضب کی حالت میں حضرت ام سلمہ کے پاس آئے جو آپ کی شریکِ سفر تھیں اور لیٹ گئے۔ حضرت ام سلمہ کے بار بار استفسار پر بھی آپ نے جواب نہ دیا اور آخر کار سارا ماجرا سنایا تو حضرت ام سلمہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ بنفس نفیس اپنی ہدی کی قربانی کریں لوگ آپ کی اقتدا کریں گے اور بالآخر ان کا کہا صحیح ہوا کہ مسلمانوں نے آپ کو قربانی کرتے دیکھ کر اتنی تیزی سے اپنی ہدی کی طرف جھپٹے کہ ازدحام کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ دوسری صحابیات نے بھی بعض واقعات وسنن بیان کیے ہیں جب کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دوسرا بیان یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بال کے کنارے اپنے ہاتھ سے کاٹ کر قصر کا فریضہ ادا کیا۔[۱۷]

آیت تیمم کے ضمن میں محدثین کرام کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تشریف لے گئے اور اس میں حضرت عائشہ صدیقہ بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ بیداء یا ذات الجیش نامی مقام پر پہونچے تو حضرت عائشہ صدیقہ کا ہار ٹوٹ کر بکھر گیا۔ اس کی تلاش میں آپ نے پڑاؤ کر دیا۔ اس مقام کے ارد گرد پانی دستیاب نہ تھا اور لوگ بھی تہی دست تھے۔ صحابہ کرام نے

اس کی شکایت حضرت ابوبکر سے کی اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عائشہ کے پاس زجر و توبیخ کرنے پہونچے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے زانوئے مبارک کو تکیہ بنائے سو رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ کو ڈانٹا بھی اور ٹھوڑا مارا بھی لیکن حضرت عائشہ نے حرکت نہ کی کہ مبادا آپ کی آنکھ کھل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کے محبت آگیں سلوک اور خدمت نبوی سے متاثر ہوکر تیمم کا حکم نازل فرمایا اور حضرت اسید بن حضیر نے برملا اس کا یوں اعتراف کیا کہ "اے آل ابوبکر! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے تمہارے باب میں جب بھی کوئی پریشانی لاحق ہوئی اللہ تعالیٰ نے اس کو مسلمانوں کے لیے باعث برکت بناکر مسلمانوں کے لیے بچنے کی راہ نکال دی۔" حسن اتفاق کہ جب کوچ ہوا تو حضرت عائشہ صدیقہ کا گمشدہ ہار اسی اونٹ کے نیچے مل گیا جس پر وہ سفر فرما تھیں۔ [۱۸]

سیرت نگاروں کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد ۷ھ/۶۲۹ء میں غزوہ خیبر پہلا غزوہ تھا۔ جس میں کافی تعداد میں صحابیات بطور مجاہدات شریک ہوئیں۔ بقول واقدی ان میں بیس خواتین شامل تھیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ ان میں سے ایک تھیں [۱۹] اس غزوہ کے واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ میں روانگی کا ارادہ کر لیا تو حضرت ام سنان اسلمیہ نے آپ کے ساتھ شرکت کی اجازت مانگی اور آپ نے ان کو اجازت دیتے ہوئے حضرت ام سلمہ کے ساتھ رہنے کی تاکید کی اور وہ ان ہی کے ساتھ رہیں اور ان ہی کے ساتھ مدینہ منورہ واپس بھی آئیں۔ [۲۰]

اسی سفر سعادت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی نئی نویلی اہلیہ حضرت صفیہ بنت حیی بھی خیبر سے مدینہ تشریف لائیں کہ ان کا نکاح غزوۂ خیبر کے خاتمہ پر آپ کے ساتھ ہوگیا تھا۔ اس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ حضرت صفیہ بنت حیی کی گرفتاری اور قید کے بعد آپ نے ان کی حفاظت کا حکم اپنے اصحاب کرام کو دیا اور پھر مدینہ واپس ہوتے ہوئے جب ایک منزل پر قیام فرمایا تو حضرت صفیہ کو اپنی ردائے مبارک سے ڈھانک دیا اور ان کو اسلام کی دعوت دی جو انہوں نے بخوشی قبول کر لی اور ان سے شادی کرکے ان کے ساتھ شب زفاف گزاری اور پھر ان کو واپس ساتھ مدینہ منورہ لائے جہاں دوسری ازواج مطہرات نے ان کے شایان شان ان کا استقبال کیا۔ جس کا ایک دلچسپ حصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ کو جب نئی زوجہ عالیہ کی تشریف آوری کی خبر ملی تو انہوں نے حضرت ام سلمہ سے جو رسول اکرم کے ساتھ شریک غزوہ رہی تھیں حضرت صفیہ کے بارے میں حضرت بریرہ کے ذریعہ معلومات حاصل کیں اور پھر حضرت عائشہ نے بذات خود ان کا دیدار کیا۔ اس سلسلہ میں بعض اور اہم تفصیلات بھی ملتی ہیں۔ محدثین کرام نے حضرت صفیہ کی شادی کے بارے میں تھوڑا سا اختلاف کیا ہے کہ پہلے وہ حضرت دحیہ کلبی قبضہ میں آئی تھیں پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سردار

کی دختر ہونے کے سبب سات باندیوں کے بدلے اپنے نکاح میں لے لیا [۲۱]

اہل سیر و حدیث کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں بھی اور عمرۂ قضا کے "غزوہ" میں بھی ان تمام صحابہ کرام اور صحابیاتِ عالیات کو لازمی طور سے شامل فرمایا سوائے ان شہدائے کرام کے جنھوں نے غزوۂ خیبر میں سرفرازی پائی تھی ظاہر ہے کہ ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہ بھی اس میں شریک تھیں کہ وہ عمرۂ حدیبیہ کے سفر کی ایک محترم شریک تھیں۔ حالانکہ واقدی کے ایک گذشتہ حوالہ میں عمرۃ القضیہ کا ذکر نہیں پایا جاتا اور دوسری روایاتِ حدیث و تاریخ میں بھی کسی ام المومنین کی شرکت کا حوالہ نہیں ملتا۔ البتہ ایک اہم واقعہ کا ذکرِ صریح ضرور ملتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اسی سفر مبارک کے خاتمہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدودِ حرم میں احرام کھولنے کے بعد اپنی آخری زوجۂ ماجدہ حضرت میمونہ بنت حارث ہلالی سے نکاح کیا تھا اور مکہ مکرمہ کے کنارے مقام سرف پر ان کے ساتھ شبِ زفاف گذاری اور پھر ان کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ آئے تھے [۲۳]

فتح مکہ کے عظیم الشان غزوہ اور اہم ترین سفر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی کی شرکت و ہم رکابی کا صریح ذکر کم ملتا ہے لیکن کئی حوالے بتاتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ اس سفر نبوی میں بھی مصاحبتِ نبوی سے سرفراز ہوئی تھیں اور انہوں نے ہی نیق العقاب کے مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرات ابوسفیان بن حارث ہاشمی اور عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی کی سفارش کی تھی اور ان کی توبہ قبول کر کے ان کو داخل اسلام کیا تھا [۲۴] حضرت ام سلمہ سے ہی مخزومی عورت کی چوری کے سلسلہ میں سفارش کی گئی مگر انہوں نے ناجائز سفارش کرنے سے انکار کر دیا [۲۵] ظاہر ہے کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ غزوۂ فتح مکہ کے علاوہ غزوات حنین و اوطاس و طائف میں بھی شریک تھیں۔

امام بخاری کی روایت ہے کہ طائف کے محاصرہ کے دوران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت ام سلمہ کے پاس پہونچے تو ان کے پاس ایک مخنث بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے حضرت ام المؤمنین کے بھائی حضرت عبداللہ بن ابی امیہ سے کہا کہ اگر طائف کل فتح ہو جائے تو تم غیلان کی بیٹی کو لے لینا کہ جب سامنے آتی ہے تو اس کے شکم میں چار اور پیٹھ پھیر کر جاتی ہے تو آٹھ شکنیں پڑتی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلام بد لگام سنا تو امہات المومنین کے پاس مخنثوں کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا [۲۶]۔ ان غزوات کے خاتمہ کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ کے مقام پر قیام فرما کر اموال غنیمت تقسیم کیے۔ حضرت ام سلمہ آپ کی معیت میں تھیں۔ اس موقعہ کا ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ میں پانی منگوایا، اپنے دست مبارک دھوئے، کلی کی اور منہ دھویا پھر حضرات ابوموسیٰ اشعری

وبلال حبشی رضی کو اسے پینے اور چہروں و ہتھیلیوں پر ملنے کا حکم دیا جس کی انہوں نے تعمیل کی۔ وہ پانی استعمال کر رہے تھے کہ حضرت ام سلمہ نے پردے کے پیچھے سے فرمایا کہ اپنی ماں کے لیے بھی کچھ چھوڑ دو چنانچہ انہوں نے ام المومنین کے لیے بھی تھوڑا سا پانی بچا دیا [۲۷]

فتح مکہ کے ضمن میں واقدی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام سلمہ کے ساتھ دوسری زوجہ مطہرہ حضرت میمونہ بھی تھیں۔ اس کے مطابق حضرت ابو رافع نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حجون نامی مقام پر چرمی خیمہ لگایا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں قیام فرمایا اور آپ کے ساتھ حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ بھی تھیں [۲۸] اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت میمونہ بھی ان چاروں غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکاب تھیں۔ فتح مکہ کے غزوہ کے دوران حضرت ام سلمہ کی موجودگی اور کارکردگی کا ایک حوالہ واقدی نے مزید یہ دیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار گیسوؤں (ضفائر) کو ذوالحلیفہ کے مقام پر گوندھا تھا اور آپ نے ان کو فتح مکہ اور قیام مکہ تک نہیں کھولا اور جب حنین کی طرف کوچ کا ارادہ فرمایا تو ان کو کھولا اور حضرت ام سلمہ نے ان کو بیری کے پانی سے دھویا [۲۹]

واقدی نے غزوہ طائف کے ضمن میں ذکر کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب الایکہ میں قیام پذیر ہوئے تو آپ کی ازواج مطہرات میں سے دو حضرت ام سلمہ اور حضرت زینب ساتھ تھیں اور آپ نے ان دونوں کے لیے دو قبے لگوائے اور پورے محاصرۂ طائف کے دوران ان دونوں قبوں کے درمیان نمازیں ادا کرتے رہے اور یہ پورا عرصہ اٹھارہ یا انیس دنوں پر محیط تھا [۳۰]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عظیم غزوۂ تبوک میں شرکت وصحبت کی سعادت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نصیب میں آئی تھی۔ واقدی کے مطابق حضرت عرباض بن ساریہ کا بیان ہے کہ سفر و حضر میں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کی دربانی کرتا تھا ہم تبوک میں قیام پذیر تھے کہ ایک رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ضرورت سے گئے پھر منزل نبوی کی طرف واپس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کچھ مہمان رات کا کھانا کھا چکے تو آپ قبہ میں داخل ہونے والے تھے اور آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت ام سلمہ تھیں کہ ہم تین آدمی۔ عرباض بن ساریہ، جعال بن سراقہ اور عبداللہ بن مغفل مزنی۔ بھوکے پہونچے اور آپ نے بڑی کدوکاوش کر کے ہمارے لیے کھجوریں فراہم کیں اور معجزۂ نبوی کے سبب ان میں اتنی برکت ہوئی کہ ہم سیر ہو گئے مگر وہ باقی بچ رہیں [۳۱] انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازوں خاص کر نماز تہجد اور خطبہ وغیرہ کا بھی دلآویز بیان پیش کیا ہے۔

ہمدرد کا نصب العین تعمیرِ صحت ہے۔ بیماریوں سے پاک تندرست معاشرے کے قیام کے لیے ہمدرد نے ہمیشہ اپنی جدوجہد جاری رکھی ہے۔ آج بھی، جب غذا میں عدم توازن اور فضا میں آلودگی کے باعث انسان کی قوتِ مدافعت متاثر ہو رہی ہے اور زندگی کی تیز رفتاری کے سبب جسمانی توانائی میں کمی کی شکایت عام ہے، ہمدرد اپنی روایت برقرار رکھتے ہوئے توانائی فوراً حاصل کرنے کے لیے نباتی و معدنی مرکب سنکارا پیش کرتا ہے۔

سنکارا صحت بخش مجرب جڑی بوٹیوں اور منتخب معدنی اجزا سے تیار کیا جاتا ہے۔ یہ ایک نہایت موثر نباتی و معدنی مرکب ہے جو تیزی سے توانائی بحال کرتا ہے اور صحت برقرار رکھتا ہے۔

Adarts-CIN-1/91

عبدالقیوم حقانی

شذرات

* مکروہ ترعزائم اور خوفناک ترین سزائیں
* دینی مدارس میں تشدد کی تربیت * بیرونی امداد کی حقیقت
* صاف ستھرے حسابات * عالمی استعمار کی سازش

مکروہ ترعزائم اور خوفناک ترین سزائیں

ارشاداتِ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

پاکستان کا موجودہ دورِ حکومت تاریخ مملکت کا بدترین دور ہے ۹۵ء کا یہ سال اختتام پذیر ہے مبصرین اسے پاکستانی تاریخ کے حوالے سے بدامنی، غنڈہ گردی، قتل وغارت، سیاسی ابتری، اور بحران کا سال قرار دے رہے ہیں رشوت ستانی کا تو یہ عالم ہے کہ پاکستان میں کرپشن قومی پالیسی کی حیثیت اختیار کر گئی ہے جس کی وجہ سے کسی کی جان مال اور عزت محفوظ نہیں رہی۔

حسرت سے تک رہے ہیں شریفوں کی آبرو
ڈھالے ہیں سیم وزر نے کمینے نئے نئے

ماہر القادری مرحوم نے اسی دور کی عکاسی کی تھی۔

شیخ سعدی کی گلستاں مائل فریاد ہے　　پیر رومی کی مقدس مثنوی خطرے میں ہے
بے حجابی فکر اکبر کا اڑاتی ہے مذاق　　حضرتِ اقبال کا درسِ خودی خطرے میں ہے
نیکیاں ہیں خاک آلودہ شرافت پائمال　　آبرو ترغے میں ہے شائستگی خطرے میں ہے
خود غرض لوگوں کو حاصل ہے زمانے میں عروج
ابتری کا دور ہے ہر بہتری خطرے میں ہے

آپ دیکھتے ہیں کہ انصاف کا جنازہ قانون کے محافظوں کے ہاتھوں اٹھ رہا ہے خود پولیس مجرموں کی پشت پناہی کر رہی ہے اور عدل وانصاف کے ٹھیکیدار ان کی امداد واعانت سے اپنی دنیا سنوار رہے ہیں اور آخرت کی بربادی کے اسباب فراہم کر رہے ہیں یہ تمام تر صورتِ حال، شامتِ اعمال ہے۔

ع　شامتِ اعمال ما صورتِ نادر گرفت

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں امت کو پہلے سے خبردار کر دیا ہے خدا کرے کہ امت اپنے آقا کے فرمودات پر کان دھرے اور عمل کا سوچے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

بسم الله الرحمٰن الرحیم

والذی نفسی بیدہ لیبتین اناس من امتی علی اشر[1] وبطر[2] ولعب[3] ولهو[4] فیصبحوا قردة وخنازیر با ستحا لهم المحارم واتخاذهم القینات

وشربهم الخمر واکلهم الربوا ولبسهم الحریر

(عن عبادة ابن الصامت عن النبی صلی الله علیه وسلم قال)

مجھے اس ربِ ذوالجلال کی قسم جس کے قبضہ وتصرف میں میری جان ہے۔ وہ خطرناک اور انتہائی کربِ انگیز دور آکر رہے گا ـــــ کہ

نمبر۱ میری امت کے بہت سے افراد عہدوں اور منصبوں پر فائز ہونے اور

نمبر۲ مال و دولت کے انبار جمع کرنے پر فخر و غرور کے مظاہروں (شادی بڑھا) پرشکوہ تقریبات اور دعوتوں نیز نمبر۳ لہو ولعب (سینما بینی، وی سی آر، وڈ) فلموں اور دوسرے کھیل تماشوں میں مصروف رہنے کے بعد رات اپنے بستروں پر سوئیں گے لیکن صبح بندروں اور سوروں کی شکل وصورت میں اٹھیں گے اور یہ اس جرم کی سزا ہوگی کہ انہوں نے۔

نمبر۱ ۔ اللہ حاکم مطلق اور مالک الملک نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا انہیں حلال سمجھ کر (یا اللہ حاکم الحاکمین کے فیصلے کو اعلانیہ مسترد کرکے) ان کو اپنا معمول بنالیں گے (بدکاری، بے حیائی، بے پردگی، مرد وزن کا اختلاط، جہالت، خیانت، بد دیانتی، ملاوٹ، عہد شکنی، رشوت، ظلم، قتل اللہ ذوالجلال نے ان سب کو حرام قرار دیا، مگر وہ انہی کے عادی ہوں گے۔

نمبر۲ ۔ نوجوان لڑکیوں کو (اداکار، فلم ایکٹرس، ائرہوسٹس اور نرسیں بناکر، یا براہِ راست ان سے روابط کے ذریعہ) ان کو اپنی ہوس کا شکار بنانے کے راستے پر چل چکے ہوں گے ـــــ مزید برآں

نمبر۳ ـــ شراب نوشی ان کا معمول بن چکا ہوگا۔ (وہ خود بھی پیتے اور دوسروں کو پلانے کے مشغلے میں مصروف رہتے ہوں گے۔

نمبر۴ ـــ سودی لین دین، ان کی تجارت، عہدوں اور مالی ثروت کا ذریعہ ہوگا۔

نمبر۵ ۔ مردوں پر حرام کیے گئے ریشم کا لباس وہ زیب تن کرتے ہوں گے۔

وفی روایة ابی امامة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال

ایک دوسرے موقعہ پر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یبیت قوم من هذه الامة علی طعم وشرب

میری امت میں سے کچھ گروہ رات کو، کھانے پینے اور کھیل تماشے کے بعد سوئیں گے۔ مگر صبح اٹھیں گے تو وہ بندروں اور خنزیروں کی شکل میں ہوں گے

ولهو ولعب فيصبحوا قد مسخوا قردة وخنازير وليصيبنهم خسف ومسخ وقذف حتى يصبح الناس فيقولون خسف الليلة ببني و خسف الليلة بدار فلان

انہی میں سے کچھ ایسے بھی ہوں گے، جو بستروں پر ہی زمین میں دھنس جائیں گے اور کچھ پر آسمان سے پتھر اور دوسری چیزیں ماری جائیں گی۔

اسی امت کے وہ افراد جو ان جرائم کے مرتکب ہوں گے وہ ان عذابوں سے محفوظ رہیں گے اور صبح ایک دوسرے کو بتائیں گے کہ آج رات فلاں قبیلے اور برادری کے لوگ زمین میں دھنسا دیئے گئے۔ اور فلاں فلاں مکان و محلہ میں رہنے والے زمین میں دبا دیئے گئے۔ فلاں پر پتھروں کی بارش ہوئی۔

کچھ ایسے بھی ہوں گے، جن پر تند و تیز طوفان خیز ہوائیں چھوڑی جائیں گی جو سراپا ہلاکت خیز ہوں گی اور

انہیں اس طرح ہلاک و تباہ کر دیں گی جس طرح عاد و ثمود اور بعض دوسری امتوں کو ان ہواؤں اور طوفانوں نے تہس نہس کیا۔

دینی مدارس میں تشدد کی تربیت اور اسلحہ کی ٹریننگ ـــــ ایک غلط مبحث

وزیر اعظم اور وزیر داخلہ نے کہا ہے کہ دینی مدارس میں تشدد کی تربیت اور اسلحہ چلانے کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا الزام ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر کسی مدرسے میں ایسا ہوتا ہے تو حکومت کا آہنی پنجہ اس کو اپنی گرفت میں کیوں نہیں لیتا؟ اور حکومت اگر تمام تر وسائل کے باوجود کسی ایک مدرسے کا بھی سراغ نہیں لگا سکی۔ جس میں اس قسم کی ٹریننگ دی جاتی ہو۔ تو تسلیم کر لینا چاہیئے کہ کسی بھی مدرسے میں ایسا نہیں ہوتا۔

تاہم اس کے ساتھ اس حقیقت کو ضرور پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ افغانستان میں روس کی جارحیت اور مداخلت کے بعد جو جہاد، افغانستان کی دینی جماعتوں نے شروع کیا، اس میں پاکستان کی دینی جماعتوں نے بھی حصہ لیا۔ دینی مدرسوں میں زیر تعلیم طلباء نے اس جہاد میں حصہ لیا اور بہت سے دین دار لوگوں نے بھی حصہ لیا۔ یہ حصہ مالی بھی تھا اور جانی بھی۔ یعنی پاکستان کی دینی جماعتوں اور دیندار لوگوں نے اپنا مال بھی جہاد افغانستان میں خرچ کیا اور اپنی جانیں بھی پیش کیں اور جہاد میں حصہ لینے کے لیے اسلحہ کی ٹریننگ ناگزیر ہے۔ چنانچہ علماء و طلباء مدارس دینیہ نے یہ ٹریننگ لی۔ لیکن کہاں؟ مدرسوں میں نہیں۔ بلکہ افغانستان کے محاذوں پر مورچہ زن ہو کر، اور وہاں قائم تربیتی کیمپوں میں، جہاں ہر وقت جان کا خطرہ رہتا تھا۔ چنانچہ جہاد سے سرشار ان علماء و طلباء و اہل دین نے ٹریننگ کے ساتھ اور ٹریننگ کے بعد جہاد افغانستان میں

حصہ لیا اور بہت سے علماء وطلباء اور نوجوان عروسِ شہادت سے ہم کنار ہوئے اور افغانستان میں ان جہادی قوتوں کی حکومت کے قیام اور ان کی آپس میں خانہ جنگی کے بعد پاکستان کے یہ اہل دین اور جذبہ جہاد سے سرشار نوجوان کشمیر کے محاذ پر کشمیری مجاہدین اور حریت پسندوں کے ساتھ دادِ شجاعت دے رہے ہیں اور وہاں بھی متعدد پاکستانی جامِ شہادت نوش کر چکے ہیں۔

ظاہر بات ہے کہ یہ جنگی تربیت اور پھر عملاً اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر جہاد میں حصہ لینا، یہ بالکل الگ مسئلہ ہے جو اگرچہ ایک واقعہ اور حقیقت ہے مگر اس کا کوئی تعلق مدارسِ دینیہ میں اسلحے کی یا تشدد کی ٹریننگ سے نہیں ہے۔ کیونکہ کسی مدرسے میں بھی ایسی ٹریننگ نہیں دی جاتی۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جہاد میں سرگرم یہ دینی طلباء اور نوجوان، ملک میں فرقہ وارانہ تشدد اور تصادم میں قطعاً ملوث نہیں ہیں۔ ان میں ان کا ایک فیصد حصہ بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ جو گروہ اس تصادم کا باعث ہیں حکومت انہیں اچھی طرح جانتی ہے، لیکن اس کی مصلحتیں اسے اُن پر ہاتھ ڈالنے سے روکے ہوئے ہیں بلکہ حکومت ان کی محافظ اور پشتیبان بنی ہوئی ہے تاکہ ان کی آڑ میں تمام دینی قوتوں پر وار کرنے کا جواز مہیا کیا جا سکے۔ ان متصادم گروہوں کو بنیاد بنا کر اگر محاذ جنگ پر قائم جنگی کیمپوں، تربیتی اداروں کو ختم کرنے کی مذموم کوشش کی گئی تو یہ دراصل جہاد سے مسلمانوں کو ہٹانے کی مذموم کوشش ہوگی جو امریکہ بہادر کو خوش کرنے کی ایک بدترین حرکت ہوگی۔ اس سے کشمیر کا موجودہ جہاد سخت متاثر ہوگا اور ان مسلمانوں پر بھی ظلم عظیم، جو اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے جہاد کے عظیم مشن کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ یہ نوجوان، دہشت گرد اور تشدد پسند نہیں۔ بلکہ اسلام کا عظیم سرمایہ ہیں جنہوں نے اپنی قربانیوں سے جہاد کے اس فراموش شدہ جذبے کو زندہ کیا ہے جو مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کی بحالی اور ان کی عزت و سرفرازی کا واحد ذریعہ ہے۔ اسی سے مظلوم مسلمانوں کو کفار کے ظلم وستم سے نجات دلائی جا سکتی ہے اور اسی جہاد سے ہی امریکہ کے استعماری عزائم کو ناکام بنایا جا سکتا ہے، جیسا کہ اسی جہاد سے سوویت یونین کو پیوندِ خاک کیا گیا ہے۔

مدارس کے ساتھ بیرونی امداد اور اس کی حقیقت

ذمہ دارانِ حکومت دینی مدارس پر بیرونی امداد کا الزام بھی لگاتے ہیں۔ جہاں تک "بیرونی امداد" کا تعلق ہے، اس کے بارے میں بھی اصل حقیقت یہ ہے کہ جمہور اہل سنت والجماعت کے کسی مدرسے کو بھی اس طرح بیرونی امداد نہیں ملتی جو اس کا متبادر (عمومی) مفہوم ہے یعنی کوئی حکومت اپنے مخصوص مقاصد

کے لیے انہیں امداد دے اور ان سے وہ کام جو وہ لینا چاہتی ہو۔ اس طرح کا بیرونی سہارا کسی بھی سُنّی مدرسے کو حاصل نہیں ہے۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ دینی مدرسوں کو "بیرونی امداد" ملتی ہے اور وہ اسے لیتے اور استعمال کرتے ہیں۔ لیکن یہ بیرونی امداد بالکل ایسے ہی ہے، جیسے ملک کے بہت سے رفاہی اداروں کو بیرونی امداد، خالص انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ملتی ہے اور وہ اسے قبول کرتے ہیں۔ دینی مدرسوں کو بھی یہ امداد یقیناً ملتی ہے، لیکن کسی بھی دبناوی یا سیاسی مصلحت کے لیے نہیں، بلکہ صرف دینی نشر و اشاعت اور اس کی تعلیم و تدریس کی غرض سے ملتی ہے۔

رفاہی اداروں کو تو پھر بھی بعض حکومتوں کی طرف سے بھی امداد ملتی ہے جو پاکستان ہی کے باشندے ہیں اور وہ اللہ کی رضا کے لیے اپنی زکوٰۃ و صدقات کا مصرف پاکستان میں تلاش کرتے ہیں اور اپنی معلومات کے مطابق مستحق اداروں کو اپنی امداد سے نوازتے ہیں۔ اسی طرح بیرون ملکوں کے دین دار لوگ بھی پاکستان کے دینی اداروں کی محض اس بنیاد پر امداد کرتے ہیں کہ پاکستان ہماری نسبت غریب ملک ہے اور وہاں دینی ادارے کسمپرسی کا شکار ہیں اور اپنی تعلیمی و تبلیغی مقاصد کی تکمیل کے لیے بجا طور پر امداد کے مستحق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پوری طرح تصدیق کرنے کے بعد تعاون کرتے ہیں اور بعض اہل خیر تو خاص طور پر خود پاکستان آتے ہیں ادارے کی کارگردگی کو دیکھنے اور مختلف ذرائع سے اس کی بابت تحقیق کرتے ہیں اور مطمئن ہوتے کے بعد محض اللہ کی رضا کے لیے ان کی امداد کرتے ہیں۔ اس میں ایک فیصد بھی کوئی دوسری غرض شامل نہیں ہوتی۔ دینے والوں کے دل میں، نہ لینے والوں کے دل میں۔ اس طرح کی "بیرونی امداد" سے یقیناً پاکستان کے دینی ادارے فیضیاب ہو رہے ہیں اور اس سے خیر اور بھلائی کے بہت سے کام ہو رہے ہیں، یتیموں کی سرپرستی اور کفالت ہو رہی ہے، بہت سی جگہوں پر ہسپتال قائم ہیں جہاں غریبوں اور ناداروں کو علاج کی سہولتیں حاصل ہیں اور دین کی تعلیم و تدریس اور تبلیغ و دعوت کا کام ہو رہا ہے۔

خود حکومت کے زیر سایہ، اسلام آباد میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کیا ہے؟ کیا اس کے بیشتر اخراجات عرب حکومتیں مہیا نہیں کر رہی ہیں؟ فیصل مسجد کی تعمیر میں جس میں یہ یونیورسٹی قائم ہے، جو اربوں روپیہ خرچ ہوا ہے وہ کس نے مہیا کیا ہے؟ کیا وہ سعودی حکومت نے مہیا نہیں کیا؟ کیا سعودی حکومت نے اس سے کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنے کی کبھی کوشش کی ہے؟ بعض ہسپتال حکومت کی سرپرستی میں عرب حکومتوں کے تعاون سے چل رہے ہیں۔ کیا انہوں نے کبھی کوئی سیاسی یا کسی اور قسم کا مفاد حاصل کیا ہے؟ نہیں، یقیناً نہیں۔ وہ سارے کام اسلامی اخوت کی بنیاد پر کر رہے ہیں۔ پھر آخر "بیرونی امداد" کے نام پر اس شور و غوغا کا کیا جواز ہے؟ جس کی حقیقت اس کے سوا کوئی نہیں جو ابھی مذکور ہوئی ہے۔

الحمدللہ اہل سنّت کے مدارس نے اس بیرونی امداد کو جو حکومت کی بجائے صرف افراد سے وصول ہوتی ہے، دینے والوں کی نیت کے مطابق دینی مقاصد پر ہی خرچ کیا ہے اور کرتے ہیں۔ اس سے نہ اسلحہ خریدا جاتا ہے، نہ طلباء کو تشدد کی ٹریننگ دی جاتی ہے، نہ فرقہ واریت کو فروغ دیا جاتا ہے۔ اس امداد کو انہوں نے استعمال کیا ہے تو صرف اور صرف دینی اور دینی مقاصد ہی کے لیے استعمال کیا ہے۔

مدارس کی آمد وخرچ کا حساب وکتاب اور اس کا آڈٹ

جہاں تک دینی مدارس کی آمد و خرچ کے حساب وکتاب کا تعلق ہے، اس کی بابت عرض ہے کہ تمام بڑے بڑے دینی مدرسے اور ادارے اپنا مکمل حساب رکھتے ہیں بلکہ سالانہ آڈٹ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ حکومت کا منظور شدہ کوئی چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ یہ کام سرانجام دیتا ہے۔ وہ اپنے آڈٹ کی رپورٹ دیتا ہے اس اعتبار سے بھی ان کا کردار صاف اور بے غبار ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو لوگ انہیں کبھی اپنا تعاون پیش نہ کریں۔ لوگ اس اعتماد کے بعد ہی ان سے تعاون کرتے ہیں کہ ان کی دی ہوئی رقم صحیح مصرف پر ہی خرچ ہو رہی ہے اور ایک ایک پائی کا حساب ان کے ہاں موجود ہے۔ لیکن یہ دینی ادارے حساب کتاب میں حکومت کی مداخلت کے اس لیے خلاف ہیں کہ جس حکومت کے اپنے ہاتھ صاف نہیں ہیں، انہیں دوسروں کا حساب کتاب دیکھنے کا حق کیوں کر دیا جا سکتا ہے؟ حکومت پہلے زندگی کے دوسرے شعبوں میں اپنی صحیح کارکردگی پیش کرے، اہل ملک کے بارے میں اپنی خیر خواہی کا ثبوت مہیا کرے اور اپنی غیر جانبداری تسلیم کرائے تو پھر دینی مدارس بھی یقیناً ؎ "آں راکہ حساب پاک است، از محاسبہ چہ باک" کے مصداق حکومت کا حقِ احتساب تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوں گے۔

مدارس دینیہ کے خلاف عالمی استعمار کی سازش

موجودہ حالات میں تو وہ کسی طرح بھی اپنے معاملات میں حکومت کو دخل اندازی کا حق دینا پسند نہیں کرتے اور واقعۃً حکومت اسی حق کی اہل بھی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بجا طور پر سمجھتے ہیں کہ دینی مدارس کے بارے میں حکومت کی ہاہا کار، یہ کسی کے اشارۂ ابرو کا نتیجہ ہے۔ حکومت صرف اداکار ہے، ہدایت کار کوئی اور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دینی مدارس کے بارے میں حکومت کے کارندوں کا شور و غوغا، صرف

پاکستان تک محدود نہیں ہے بلکہ چونکہ یہ بین الاقوامی استعمار کی سازش کا ایک حصہ ہے، اس لیے بیشتر ملکوں میں ان کے خلاف سرگرمیوں کا آغاز کردیا گیا ہے۔

پاکستان کے ساتھ ہی ہندوستان ہے، جہاں پاکستان ہی کی طرح وہاں کے ہر شہر اور قصبے میں دینی مدارس کا جال پھیلا ہوا ہے اور وہاں بھی پاکستان کی طرح دینی مدارس ہی دین کی نشر و اشاعت اور اس کے تحفظ و بقا کا واحد ذریعہ ہیں۔ اس لیے وہاں متشدد ہندو تنظیمیں ان کے خلاف سرگرم ہوگئی ہیں۔ چنانچہ ۲۴ دسمبر ۱۹۹۴ء کو لکھنؤ میں "وشو ہندو پریشد" اور تشدد پسند ہندو تنظیموں کے تعاون سے ایک عظیم اجتماع ہوا جس میں اشتعال انگیز تقریروں کے ساتھ شعلہ بار پمفلٹ، فولڈر اور ہینڈ بل تقسیم کیے گئے۔ اس میں تقسیم کیے گئے ایک فولڈر میں حکومتِ ہند سے مطالبہ کیا گیا کہ "مدارسِ دینیہ" جو دہشت گردی، تشدد پسندی اور بنیاد پرستی کا گڑھ ہیں، جو قومی یکجہتی میں مانع ہیں، حکومت ان کے ساتھ کوئی نرمی کا معاملہ نہ کرے اور وہاں سے ان سرگرمیوں کو موقوف کرے جو مسلم قومیت کی انفرادیت کی بقا اور استحکام میں اہم کردار ادا کر رہی ہے" اس قسم کے نعرے بھی لگائے گئے کہ اگر ان مدارس سے حکومت نے مصالحانہ رویہ اختیار کیا تو ہم دیش کی کھنڈتا اور مریادا کے لیے خود یہ فریضہ سرانجام دیں گے (ماہنامہ "بانگِ درا" لکھنؤ جنوری ۱۹۹۵ء، ص ۳)

دیکھ لیجئے! اس میں ان مدارسِ دینیہ کا "قصور" یہ بتلایا گیا ہے کہ یہ "مسلم قومیت کی انفرادیت کی بقا اور استحکام کے ضامن ہیں" ان کا یہی "جرم" ہے جو عالمی استعمار کے لیے ناقابل برداشت ہے اور وہ اپنی پٹھو حکومتوں کے ذریعے سے ان پر کاری ضرب لگوانا چاہتا ہے۔

قاتلهم الله أنى يؤفكون!

مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی
رکن ادارۃ العلم والتحقیق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

موجودہ نظام ٹیکسیشن کا تنقیدی جائزہ

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ مال و دولت برائے جمع نہیں بلکہ برائے خرچ ہے۔ اسلام نے کمائی پر اتنا زور نہیں دیا جتنی انفاق اور خرچ کی ترغیب دی ہے۔ اگر دولت گردش میں نہ رہے تو دنیاوی نظام معطل ہو کر رہ جائے گا۔ اس لیے شریعت نے دولت خرچ کرنے کے مواقع کچھ متعین کر دیئے اور بعض مواقع صاحب مال کی صوابدید پر ترغیباً چھوڑ دیئے۔ مال خرچ کرنے کے لیے قرآن مجید میں چار قسم کے الفاظ ملتے ہیں۔

۱۔ ایتاء۔ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ۔[1] اور قائم رکھو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ۔

۲۔ انفاق۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔[2] اور جو ہم نے روزی دی ہے اُن کو اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

۳۔ اطعام۔ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ۔[3] اور کھلاتے ہیں کھانا اس کی محبت پر۔

۴۔ صدقہ۔ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى۔[4] جواب دینا نرم اور درگزر کرنا بہتر ہے، اس خیرات سے جس کے پیچھے ہو ستانا۔

یہ الفاظ قرآن مجید میں بہت مقامات پر مختلف صیغوں کی شکل میں ملتے ہیں۔ یہ الفاظ وجوبی و نفلی طور پر مال خرچ کرنے کے لیے ذکر ہوئے ہیں۔ قرآن وحدیث میں مال خرچ کرنے کے جو مواقع ذکر ہیں خواہ وہ فرض اور واجب ہوں یا نفل، ان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کسی کی دولت لوٹ کر اس کو ایسا نہیں بناتا، کہ صاحب مال سے دولت چھین کر اس کو در در کا بھکاری بنا دے۔ یہ انصاف نہیں کہ صاحب مال کی دولت سے دوسروں کو چین و سکون حاصل ہو اور خود بے چارہ کسمپرسی کے عالم میں ہو۔ اس لیے اسلام ایسے صدقہ کی اجازت نہیں دیتا کہ خود اس کے بچے اور بیوی بھوکے ہوں اور دوسروں کو کھلاتا پھرے۔

---

[1] البقرۃ/۴۲۔ [2] البقرہ/۳۔ [3] الدھر/۸ [4] البقرہ/۲۶۳

فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی سات قسمیں ہیں

۱۔ فرض زکوٰۃ۔ ۲۔ صدقہ فطر۔ ۳۔ حج ۴۔ جہاد بالمال۔ ۵۔ نفقات واجبہ۔ (بیوی اور بچوں کا خرچہ)۔ ۶۔ وقف۔ مسجد یا مدرسہ وغیرہ کے لیے زمین وقف کرنا۔ ۷۔ خیرات۔ حاجت مند کو قرض دینا۔ فقراء کو کھلانا، مہمان نوازی وغیرہ زکوٰۃ مقدار نصاب مال میں خاص مقدار کے ساتھ سال میں ایک مرتبہ فرض ہے، صدقہ فطر صاحب نصاب پر سال میں ایک مرتبہ واجب ہے۔ جس کی مقدار بہت کم ہے جہاد میں مال لگانا اپنی صوابدید پر ہے، حج عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ اسی طرح ایک اور موقع خرچ کا قربانی ہے۔ سال میں ایک مرتبہ اگر صاحب نصاب ہے تو ایک حلال جانور کی قربانی دینی ہوگی۔ ان مذکورہ مواقع میں مال خرچ کرنے کے لیے مدت کی شرط ہے۔ مال کی خاص مقدار بھی شرط ہے۔ اور بعض مواقع میں اس کی مرضی پر موقوف ہے شریعت کے اس نظام خرچ کو دیکھا جائے تو اسلام کسی سے اس کی ساری دولت نہیں لینا چاہتا بلکہ ایسا نظام وضع کرتا ہے جس پر عمل سے صاحب مال اور دوسروں کی زندگی خوشحال بن جائے۔

یورپ اور دوسرے غیر مسلم ممالک میں صدقہ وخیرات کے علاوہ زکوٰۃ، قربانی، حج وغیرہ وجوبی انفاق کا تصور نہیں۔ جب ایک آدمی اسلام کو نہیں مانتا تو اس کے تقاضوں کو کیسے پورا کرے گا۔ غیر مسلم ممالک کا ہر صاحب مال اپنے ضروری تقاضے مال کے ذریعہ پورا کرکے اگر نیکی کرنا چاہے تو رفاہی ادارہ بناتا ہے یا پھر کسی رفاہی ادارہ میں رقم صرف کرتا ہے۔ فرد کی طرح یہی سوچ اُن کی حکومت کی بھی ہے۔ اُن کی حکومت کے اخراجات کہاں سے پورے ہوں، ان اخراجات کے لیے اُن کے پاس اسلامی ذرائع آمدن نہیں ہیں۔ اور نہ اُن کی رعایا پر یہ لازم ہے کہ مسلمان کی طرح مذکورہ مصارف میں مال خرچ کریں۔ اُن کو ایک مالدار آدمی کے ساتھ دولت ہی دولت نظر آتی ہے۔ اس لیے نظم مملکت کو صحیح نہج پر چلانے کے لیے اُن کے پاس سوائے ٹیکس کی آمدن کے اور کوئی راستہ نہیں۔ جس کی وجہ سے ان ممالک میں وسیع نظام ٹیکیشن رائج ہے۔ ان ممالک کی دیکھا دیکھی مسلم ممالک میں بھی یہ نظام پورے عروج پر ہے۔ گورنمنٹ کے خزانے میں سب سے زیادہ رقم اس ذریعہ سے آتی ہے۔ ہمارے ارکان دولت اور لیڈروں کے پاس اقتصادیات اور وکالت کی ڈگریاں ہیں۔ اکثر نے ان علوم کی تعلیم یورپ میں حاصل کی ہے۔ یورپ سے واپس آنے کے بعد اپنے ملک کو اس حاصل کردہ تعلیم کی روشنی میں چلانا چاہتے ہیں۔ اسلامی اقتصادی نظام کو نہ سمجھتے ہیں اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یورپ کی طرح یہاں بھی وسیع نظام ٹیکیشن رائج کردیا۔ یہ لوگ غیر مسلم ممالک کی طرح [illegible] جانتے کہ ایک مسلمان

اپنی دولت کا کافی حصّہ بہ حیثیت مسلمان خود خرچ کرتا ہے۔ جس کا فائدہ حکومت اور رعایا دونوں کو ملتا ہے
مسلمان جب اپنی دولت کو وجوبی یا نفلی مصارف میں خرچ کرتا ہے تو رعایا کے افراد کو بہت فائدہ ملتا ہے
رعایا کا خیال رکھنا حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

گویا جو آدمی دولت صرف کرتا ہے تو یہ حکومت کا معاون ہے۔ لیکن موجودہ حکومتیں جب لوگوں
پر ٹیکس عائد کرتی ہیں تو رعایا کے اس تعاون کو بھول جاتی ہیں۔ ملک میں صرف صحیح نظام زکوٰۃ اگر رائج
کر دیا جائے تو مملکت کے تمام غربار کی تعلیم، علاج اور شادی بیاہ کا مسئلہ فوراً حل ہو جائے گا۔ خیبر
سے لے کر کراچی تک لاکھوں مختلف دکانوں میں مال تجارت موجود ہے۔ سال کے بعد ان سے زکوٰۃ وصول
کر کے اپنے اپنے شہر کے غربار میں تقسیم کر دی جائے تو غریبوں کے تمام مسائل حل ہونے کے ساتھ
ٹیکس کی ضرورت میں بھی کافی حد تک کمی آجائے گی۔ کیونکہ اس طرح اکٹھی کی جانے والی رقم اربوں روپے
سے متجاوز ہوگی۔

چونکہ زکوٰۃ ایک فریضہ اور عبادت ہے اس لیے لوگ خوشی کے ساتھ ادا کریں گے، جب کہ ٹیکس
کے غلط نظام کی وجہ سے لوگ ٹیکس کو غنڈہ ٹیکس سمجھتے ہیں۔

ٹیکس کی ضرورت

حکومت کی ضروریات زیادہ ہیں۔ اور ذرائع آمدن کم ہیں۔ ان اخراجات کو پورا
کرنے کے لیے حکومتیں افراد کی دولت پر ٹیکس عائد کرتی ہیں۔ ٹیکس عائد کرنے
کے لیے آدم سمتھ (ADAM SMITH) نے چار اصول تجویز کیے ہیں۔ آدم سمتھ اٹھارویں
صدی کا ماہر معاشیات تھا۔ فرانس میں پیدا ہوا۔ دولت اقوام (ثروت الامم) اس کی مشہور
کتاب ہے۔

۱۔ پہلا اصول۔ اصول مساوات (CANON OF EQUITY) جس کو عربی میں
قاعدۃ العدالۃ کہتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ سب لوگ حکومت کو مساوی ٹیکس ادا کریں بلکہ اپنی
اپنی حیثیت کے مطابق ٹیکس دیں گے، زیادہ دولت والا زیادہ اور کم دولت والا کم ٹیکس دے گا۔

۲۔ دوسرا اصول۔ اصول تیقّن (CANON OF CERTAINTY) جس کو عربی میں
قاعدۃ الیقین کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ٹیکس دہندہ کو پتہ ہو کہ کتنا ٹیکس کب، کس کو اور کیسے
ادا کرنا ہوگا۔

۳۔ اصولِ سہولت (CANON OF CONVINIECE) جس کو عربی میں قاعدۃ الملائمۃ
ٹیکس ایسے وقت میں لیا جائے جب اس کی ادائیگی سہل ہو، اور ٹیکس گزار میں استطاعت ہو۔ ملا

زمیندار سے مالیہ اس وقت لیا جائے جب اس کی فصل منڈی میں فروخت ہو چکی ہو۔

۴۔ اصول کفایت (CANON OF ECONOMY) جس کو عربی میں قاعدۃ الاقتصاد کہتے ہیں۔ یعنی ٹیکس کی مقدار کم سے کم ہونی چاہیئے۔

ماہرین اقتصادیات نے اس کے علاوہ کچھ اور اصول بھی وضع کیے ہیں۔ مثلاً اصول تنوّع اس کا مطلب ہے کہ حکومت کو صرف چند قسم کے ٹیکسوں پر اکتفاء نہیں کرنا چاہیئے بلکہ کئی قسم کے ٹیکس عائد کرنے چاہیں۔ اس لیے کہ اگر کسی ایک قسم کے ٹیکس میں کمی ہو تو دوسری طرف سے پوری کی جائے۔ جیسے زرعی ٹیکس میں خشک سالی کے دوران کمی آسکتی ہے۔

اصول لچکداری۔ اگر حکومت کی ضروریات بڑھ جائیں تو ٹیکس بڑھا دیا جاتا ہے اگر حکومت کی مالی ضروریات میں کمی ہو جائے تو ٹیکس گھٹا کر آمدنی میں کمی کی جائے۔

ٹیکسوں کی اقسام

براہ راست ٹیکس (DIRECT TAX) جس کا بار ایک شخص پر واقع ہو، وہ اس کے بار کو کسی اور کے کندھوں پر منتقل نہیں کر سکتا۔ جیسے انکم ٹیکس دولت ٹیکس اور تحفہ ٹیکس۔

بالواسطہ ٹیکس (INDIRECT TAX) اس کا نفاذ ایک شخص پر ہوتا ہے لیکن وہ اس بار کو دوسروں کے کندھوں پر منتقل کر دیتا ہے۔ جیسے درآمدی کسٹم۔ ایکسائز ڈیوٹی اور محصول چونگی۔ ان ٹیکسوں کی ادائیگی کے بعد صاحب مال یہ رقم مال کی قیمت میں ضم کر دیتا ہے، جس کا بوجھ صارفین برداشت کرتے ہیں۔ اس لیے ماہرین فن کی ایک کمیٹی ہونی چاہیئے جو موجودہ نظام ٹیکیشن کا قرآن وحدیث اور فقہاء کے اقوال کی روشنی میں جائزہ لے، جائز اور ناجائز ٹیکس کی نشاندہی کرے۔ حکومت تو ہر چیز اور ہر فرد پر ٹیکس عائد کرتی ہے۔ حالانکہ ٹیکس کا نفاذ صرف ضرورت کے تحت مالداروں پر بقدر ضرورت ہونا چاہیئے۔ لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہو رہا بلکہ ٹیکسوں کا سارا بار غریب عوام پر ہے۔ اس لیے لوگ پوچھتے ہیں کہ ٹیکس اسلام کی روشنی میں جائز ہے یا ناجائز۔

چند ٹیکسوں کا تجزیہ

۱۔ پراپرٹی (جائیداد) ٹیکس۔ یہ ٹیکس گورنمنٹ بعض علاقوں سے وصول کرتی ہے پھر اس کو انہی کے مفاد میں خرچ کرتی ہے۔ مثلاً روڈ، فٹ پاتھ، سٹریٹ لائٹ، گٹر لائن پارک، گراونڈ اور سکول وغیرہ کی تعمیر میں۔ ایسے علاقوں کی طرف حکومت گیس، بجلی ٹیلی فون اور دیگر مراعات کی شکل میں بہت توجہ دیتی ہے [illegible] کی وجہ سے ایسے علاقہ کی اہمیت اور قیمت بڑھ جاتی ہے۔ زمین کی قیمت، مکان کے کرایہ میں بہت اضافہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے جائیداد کے مالک کو بہت

زیادہ نفع ملتا ہے۔ مثال کے طور پر اسلام آباد کو دیکھیں، ایک کنال زمین کی قیمت کروڑوں تک پہنچ گئی۔ ان علاقوں میں مکان کا کرایہ پچاس ہزار تک پہنچ گیا۔ جو آدمی ایسے علاقوں میں زمین خرید کر مکان تعمیر کر سکتا ہے تو ٹیکس کیوں ادا نہیں کر سکتا۔ ان لوگوں سے اگر گورنمنٹ سالانہ ٹیکس وصول کرے تو معقول بات ہے بشرطیکہ اس رقم کو اسی علاقہ یا دوسری جگہ کے لوگوں کے مفاد میں صرف کرے۔ جس طرح ایک آدمی اپنی زائد رقم اپنی سہولیات کے لیے خرچ کرتا ہے اسی طرح گورنمنٹ بھی لوگوں کی سہولیات کے لیے وہ رقم اغنیاء سے لے کر خرچ کر سکتی ہے۔

گاڑیوں کا ٹیکس ایک آدمی نے بس یا ٹرک خریدا۔ مالک اس کے لیے ڈرائیور، کنڈیکٹر، چوکیدار گیراج وغیرہ کے تمام خرچے برداشت کرتا ہے اس کو معلوم ہے کہ یہ بس اور ٹرک کے لوازمات میں سے ہیں۔ اس طرح اس بس اور ٹرک کے چلنے اور دوڑنے کے لیے روڈ کی بھی ضرورت ہے، روڈ کا خرچ کون برداشت کرے، یہ بھی مالک کے ذمہ ہے کیونکہ اس کی گاڑی روڈ پر دوڑتی ہے لیکن روڈ کا بندوبست حکومت کی ذمہ داری ہے اس لیے گاڑیوں کے مالکان سے ٹیکس وصول کر کے روڈ کی تعمیر یا مرمت گورنمنٹ خود کرتی ہے۔ ایک فرد یہ ذمہ داری خود نہیں لے سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔

لو ترکتم لبعتم اولادکم[1] اگر تم اپنے اختیار پر چھوڑ دے جاؤ تو اپنی اولاد کو فروخت کر ڈالو۔ یعنی بعض مصلحتیں خود قائم کرنے کی اجازت نہیں۔

درآمدی ٹیکس (IMPORT TAX) درآمدی اشیاء پر کسٹم ڈیوٹی عائد ہوتی ہے۔ بلحاظ وزن یا بلحاظ مالیت۔ بعض چیزیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ پھر بھی وہ اشیاء جن پر کسٹم ڈیوٹی لگتی ہے، جیسے چائے، چینی، تمباکو، مصنوعی دھاگہ چھالیہ وغیرہ ان کی قیمتیں اس ٹیکس کی وجہ سے بڑھ جاتی ہیں۔ جس کا بوجھ بالکل صارفین برداشت کرتے ہیں۔ اس پر انتہائی ہمدردانہ غور ضروری ہے ایکسائز ڈیوٹی (EXCISE DUTY) ملک میں تیار ہونے والی اشیاء پر مرکزی حکومت یہ ٹیکس عائد کرتی ہے ان اشیاء میں سگریٹ، چائے، چینی، بناسپتی گھی، صابن، کپڑا، اُون، سیمنٹ، کیمیائی کھادیں، بجلی کے بلب اور مشینری شامل ہے۔ مالک یہ ٹیکس اشیاء کی قیمت میں ضم کر دیتا ہے، جس کا بار بالآخر صارفین پر پڑتا ہے۔ اس پر بھی نظر ثانی کرنی ضروری ہے۔

---

[1] ہدایہ ج ۴ ص ۴۸۷ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان۔

سیلز ٹیکس (SALSES TAX) بکری ٹیکس، ملکی اور درآمدی اشیاء پر لگتا ہے یہ بھی بالواسطہ ٹیکس ہے جس کا بار صارفین ہی پر پڑتا ہے۔ یورپ سے اقتصادیات میں بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرنے والوں کو آپس میں سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیئے کہ آخر اس کا کیا علاج ہے۔ سارا بوجھ غریب عوام پر ہے۔ اس طرح کمرشل اداروں کی بجلی، گیس، ٹیلی فون کا بل بھی زیادہ ہے۔ یہ مالکان، سود، کسٹم ڈیوٹیاں، بکری ٹیکس اور بل وغیرہ پر دی گئی ساری رقم اشیاء کی قیمت میں ضم کر دیتے ہیں۔ حالانکہ گورنمنٹ کی طرف سے ان مالکان کو سوائے سودی قرضہ کے کوئی فائدہ نہیں ملتا۔ جیسے جائیداد ٹیکس ادا کرنے والوں کو نفع ملتا ہے۔

انکم ٹیکس۔ تنخواہ دار طبقے کو ابھی اپنی محنت مزدوری کی اجرت نہیں ملی ہوتی اور اس کی تنخواہ سے ٹیکس وضع کر لیا جاتا ہے۔ ان کی تنخواہ ہوں اور اس طرح ٹیکس وصول کرنے پر نظر ثانی کی اشد ضرورت ہے

چونگی ٹیکس | چونگی وصول کرنا اور ضلعی ٹیکس تو بالکل ظالمانہ ٹیکس معلوم ہوتے ہیں۔ اس میں غریب اور مالدار کی تمیز نہیں ہوتی۔ مال تھوڑا ہو یا زیادہ لیکن چونگی اور ضلعی ٹیکس ضرور وصول کریں گے۔ زمیندار بے چارے نے معمولی سی سبزی کی ایک گٹھڑی اٹھائی ہوتی ہے اور یہ اس سے چونگی وصول کرتے ہیں۔ مال منڈی میں ایک آدمی مرغی فروخت کرتا ہے ۱۰؍ سے بھی ضرور کچھ لیں گے۔ کوئی ضرورت مند کوئی جانور خریدے تو اس میں بھی فیصد کے حساب سے ادائیگی کرتا ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ ایسی چونگیاں وغیرہ ختم کر دے۔ تاکہ غریب عوام اس عذاب سے نجات حاصل کریں۔ قاضی ابی یعلی حنبلی فرماتے ہیں۔

[1] فاما اعشار الاموال المنتقلة فی دار الاسلام من بلد الی بلد فمحرمة لا یبیحها الشرع ولا یسوغها اجتهاد ولا هی من سیاسات العدل وقلما تکون الا فی البلاد الجائرة ولذلك قال رسول اللہؐ لا یدخل الجنة صاحب مکس و فی لفظ آخر ان صاحب المکس فی النار یعنی العاشر و فی لفظ آخر اذا لقیتم عاشرا فاقتلوه۔

ایک شہر سے دوسرے شہر مال جاتے وقت لوکل ٹیکس شریعت، اجتہاد اور عادلانہ سیاست کے منافی ہے۔ جن شہروں میں ظلم ہوتا ہے وہاں ہی اس کا نفاذ ہوگا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ چونگی وصول کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا، چونگی والا آگ میں ہوگا۔ جب تم عاشر سے ملو تو اس کو قتل کر دو۔

---

[1] الاحکام السلطانیہ قاضی ابی یعلی حنبلی ص ۲۷۶ مکتب الاعلام الاسلامی۔

کتنی سخت وعید ہے۔ ¹ عمر بن عبدالعزیز نے چنگی ساری مملکت سے معاف کر دی اور عمال کو لکھا کہ وہ نجس ہے

ٹیکس چوری کی وجہ یورپ میں لوگ اپنی آمدنیوں کی نصف رقم انکم ٹیکس میں دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر وہ کچھ دے رہے ہیں تو کچھ لے بھی رہے ہیں۔ لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے یہاں صرف دینا پڑتا ہے۔ پورا ملک کرپٹ ہے۔ شاید دنیا کے کسی ملک میں اتنی کرپشن ہو۔ ایک حساس ادارے نے ایک سال قبل چار ارب روپے کی کرپشن کی نشاندہی کی۔ یوں تو تقریباً ہر شخص ملک وقوم کی دولت کو لوٹ رہا ہے۔ الا ماشاء اللہ نیک وہی ہے جس کا بس نہیں چلتا۔ لیکن دو طبقے ایسے ہیں۔ جو سرکاری خزانے کو بلا خوف وخطر بغیر ڈکار لیے ہضم کر رہے ہیں ڈاکٹر محبوب الحق سابق وزیر خزانہ نے کہا تھا کہ سرکاری اداروں سے وابستہ عمال ہر سال اس غریب ملک کے عوام کا کم از کم ۱۰۰ ارب روپیہ ہضم کر جاتے ہیں

ارکان دولت دممبران قومی وصوبائی اسمبلی اور بیورو کریٹ (نوکر شاہی) ممبران اسمبلی تو بدلتے رہتے ہیں لیکن بیورو کریٹ جن کے ہاتھ میں حقیقتاً ملک کی باگ دوڑ ہے طویل عرصہ تک ملک کی ہر شیئ کو دیمک کی طرح چاٹتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ ملکی دولت کا مراعات، اسراف، عیاشی اور خورد برد کی شکل میں صفایا کر رہے ہیں۔ لمبی لمبی گاڑیوں، قیمتی قالین وفرنیچر اور اعلیٰ عمارتوں کی کیا ضرورت ہے۔ کیا سوزوکی کار میں بیٹھ کر ان کا گزارہ نہیں ہوتا۔ قیمتی قالینوں پر بوٹوں سمیت پھرتے ہیں ان کو کیا مزہ آتا ہے کیا اس کی جگہ دریاں نہیں بچھا سکتے۔ روڈ پر چلنے والیوں گاڑیوں میں پچاس فی صد سے زیادہ گاڑیوں میں پٹرول و ڈیزل کا خرچ حکومت برداشت کرتی ہے۔ پولو کھیلنے کے لیے چالیس پچاس ہزار میں ایک گھوڑا خریدا جاتا ہے۔ ایک گھوڑے کے ساتھ ایک گھوڑا سدھانے والا (TRAINER) ہوتا ہے چند مواقع اسراف وعیاشی بتا دیئے۔ ورنہ ان کا شمار مشکل ہے۔ کیا ہمارا غریب ملک ان شاہ خرچیوں کو برداشت کر سکتا ہے ان بے اعتدالیوں کو دیکھ کر کوئی بھی ٹیکس دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

اب سوچنا چاہیئے کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ سرکاری خزانے میں زیادہ رقم غریب

---

¹ تاریخ دعوت وعزیمت مولانا ابوالحسن علی ندوی حصہ اول ص۵۰

(بقیہ صفحہ نمبر ۳۴ پر)

REGD. NO. P.90

AL-HAQ

فرمانِ رسول

حضرت علی ابن ابی طالب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"جب میری اُمت میں چودہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی۔"
"دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟" فرمایا:

- جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے۔
- امانت کو مال غنیمت سمجھا جائے
- زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔
- شوہر بیوی کا مطیع ہو جائے
- بیٹا ماں کا نافرمان بن جائے۔
- آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظلم ڈھائے۔
- مساجد میں شور مچایا جائے۔
- قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔
- آدمی کی عزت اس کی برائی کے ڈر سے ہونے لگے۔
- نشہ آور اشیاء کھلم کھلا استعمال کی جائیں۔
- مرد ابریشم پہنیں۔
- آلاتِ موسیقی کو اختیار کیا جائے
- رقص و سرود کی محفلیں سجائی جائیں
- اس وقت کے لوگ اگلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔

تو لوگوں کو چاہیے کہ پھر وہ ہر وقت عذاب الٰہی کے منتظر رہیں خواہ سرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحاب سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں۔ (ترمذی۔ باب علامات الساعۃ)

— منجانب —

داؤد ھرکولیس کیمیکلز لمیٹڈ